"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی"

ایڈیٹر

خالد مسعود

مئی ۱۹۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہجرت : ۱۳۶۸ ھش

مئی : ۱۹۸۹ء

جلد ۳۶ ؛ شمارہ ۷

ایڈیٹر

خالد مسعود

اِس شمارے میں

پبلشر: مبارک احمد خالد ؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد، دارالصدر جنوبی - ربوہ

اداریہ

تقاضۂ شکر ـــــ ایک تمنّا

سچّا اور حقیقی ایمان لانے والوں اور اس کے مناسبِ حال اعمالِ صالحہ بجالانے والوں سے خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی سُنّت کے موافق اُنہیں زمین پر "امامت" عطا فرمائیگا جس کی برکت سے وہ دین جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیئے پسند کیا ہے وہ اُن کے لیئے اُسے مضبوطی سے قائم کردیگا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ چاہیئے کہ یہ مبارک گروہ خدا تعالیٰ کی حقیقی اور خالص عبودیت اختیار کرے اور شرک کی باریک در باریک اور مخفی وجوہ سے بکلّی اجتناب کرے تا دنیا میں خالص توحید قائم ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے جماعتِ احمدیہ اس عظیم الشان اور برکتوں سے لبریز نعمت عظمیٰ اور اس کی برکات و فیوض سے حصّہ وافر پا رہی ہے اور ہر احمدی اس روحانی چشمۂ صافی سے بقدرِ ظرف سیراب ہو رہا ہے۔ دین کی تمکنت اور عظمت کے نشانوں پر نشان جو ظاہر ہو رہے ہیں اُن پر چشمِ خود گواہ ہے اور خدا تعالےٰ کے بے پایاں فضلوں کے ترشحات سے اس کی رُوح شاداب اور مسرور رہے۔ اس راہ میں خوف اور گھبراہٹ کی حالتوں کو امن اور سکینت میں بدلے جانے کی کیفیات ہر گھر میں ظاہر ہو رہی ہیں جس کے نتیجہ میں زَادَ تْهُمْ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا کی نوید ہر گھرانہ کا نصیبہ ٹھہری ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی کا ہر سانس بھی خدا تعالےٰ کے بے شمار اور اَن گنت احسانوں کے شکر میں صرف کردیں تو بھی ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا۔

"امامت" کی اس بے بہا عطاء کے تشکّر کا یہی تقاضا ہے کہ ہماری تمام توجہات اور مساعی کا قبلہ قیامِ توحید قرار پا جائے ـــــ امامت کے نظام کے استحکام، مضبوطی اور اس کی حفاظت کے لیئے بدل و جان سرگرم و کوشاں رہیں اور اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی کے لیئے ہر دم تیار و مستعد رہیں ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ" کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اطاعت و فرمانبرداری کے قابلِ تقلید نمونے قائم کرنے والے ہوں اور اشاعتِ دین کی اس عظیم الشان مہم میں اپنے پیارے امام کی ہر فکر کو اپنی فکر بنا کر دیوانہ وار آگے بڑھتے چلے جائیں۔ جان سے پیارے آقا کی صحت و سلامتی اور مہماتِ دینیہ میں نمایاں کامیابیوں اور کامرانیوں کے لیئے خدا کے حضور عاجزانہ دعاؤں سے ہماری زبانیں ہر لمحہ تر رہیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو کہ یہی تقاضائے شکر بھی ہے اور ایک احمدی کی تمنائے قلب بھی!

قدرتِ ثانیہ — جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی!

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لیئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لیئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤنگا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیساکہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیساکہ خدا فرماتا ہے کہ میں اِس جماعت کو جو تیرے پَیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائیگا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دُنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک مُلک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ .... خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیئے مَیں دُنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔"

(الوصیّت صٓ)

کلام الامام

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا فارسی منظوم کلام

اس کالم میں آئندہ سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے فارسی منظوم کلام میں سے چند اشعار اور اُن کا ترجمہ شائع کیا جائے گا۔ تا کہ فارسی زبان نہ جاننے والے احباب کے لیئے ان معارف و علوم سے جو حضرت اقدس نے فارسی زبان میں قلمبند فرمائے ہیں استفادہ کا موقع پیدا ہو سکے۔ اشعار کا ترجمہ درثمین فارسی مترجم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سے اخذ کیا گیا ہے ــــ (ادارہ)

در مدح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ در دلم جوشد ثنائے سرورے　　آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

۲۔ آنکہ جانش عاشق یارِ ازل　　آنکہ رُوحش واصلِ آں دلبرے

۳۔ آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است　　ہمچو طفلے پروریدہ در برے

۴۔ آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم　　آنکہ در لطف اتم یکتا دُرے

۵۔ آنکہ در جُود و سخا ابرِ بہار　　آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

۶۔ آں رحیم و رحم حق را آیتے　　آں کریم و جُودِ حق را مظہرے

ترجمہ :۔ ۱۔ میرے دل میں اُس سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔

۲۔ وہ جس کی جان خدائے ازلی کی عاشق ہے۔ وہ جس کی رُوح اس دلبر میں واصل ہے۔

۳۔ وہ جو خدا کی مہربانیوں سے اُس کی طرف کھنچا گیا ہے اور خدا کی گود میں ایک بچّہ کی مانند پلا ہے۔

۴۔ وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحرِ عظیم ہے اور کمال خوبی میں ایک نایاب موتی ہے۔

۵۔ وہ جو بخشش اور سخاوت میں ابرِ بہار ہے اور فیض و عطا میں ایک سورج ہے۔

۶۔ وہ رحیم ہے اور رحمتِ حق کا نشان ہے۔ وہ کریم ہے اور بخشش خداوندی کا مظہر ہے۔

دُعاؤں کی قبولیت کے نشان

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے
خطبہ جمعہ فرمودہ بیت الفضل لندن بتاریخ ۲۱ اپریل ۱۹۸۹ء کا خلاصہ

حضور نے فرمایا صد سالہ جشن تشکّر کی جو رپورٹیں دنیا کے مختلف ممالک سے موصول ہو رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی توقعات سے بہت بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے جماعتی تقریبات کو اپنے فضل سے نوازا اگرچہ یہ رپورٹیں ابھی دنیا کے تقریباً ۱/۲ ممالک سے ملی ہیں لیکن تمام رپورٹوں میں بلا استثناء اس حیرت کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان تقریبات کو اتنی مقبولیت عطا ہوگی اور اس کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ کا پیغام ملک ملک کے کونے کونے میں پہنچ جائے گا۔ ان کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ریڈیو جو پہلے معاندانہ پراپیگنڈا میں خاص طور پر آگے اور نمایاں تھے انہوں نے اچانک اپنا رویّہ تبدیل کیا اور خود ہم تک پہنچ کر صد سالہ جوبلی کا پیغام اور جماعت احمدیہ کے متعلق دوسری معلومات لے کر اسے کثرت کے ساتھ نشر کرنا شروع کیا اور جہاں ٹیلی ویژن تھا وہاں خلاف توقع ٹیلی ویژن والوں نے کثرت کے ساتھ جماعت کے پروگرام نشر کئے اور پھر ایک ٹیلی ویژن سے دوسرے ٹیلی ویژن نے ان کو پکڑا اور آگے پہنچایا۔

ہندوستان کے متعلق اہلِ قادیان کے خدشے یہ تھے کہ ہم درخواست تو کر رہے ہیں لیکن ہمیں یہ توقع نہیں کہ ہم سے بھرپور تعاون ہوگا اس لئے ہمیں اجازت دی جائے کہ بعض ٹیلی ویژن اور ریڈیو اشتہار کے طور پر ہمارا ذکر کر دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ایک پیسہ بھی اشتہار پر خرچ نہیں کرنا۔ لیکن جو واقعہ گزرا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ ہندوستان کے کونے کونے سے یہی خبریں مل رہی ہیں کہ ٹیلی ویژن سٹیشنوں والے خود پہنچے اور اتنی تشہیر کی کہ بار بار حضرت بانیٔ سلسلہ کی پوری تصویر دکھائی گئی اور ایسے اچھے انداز میں ذکر ہوا کہ ساری زندگی وہم و گمان میں نہیں تھا کہ اتنی عظیم روحانی مسرتیں ہمیں حاصل ہوں گی۔ اور پھر ایک ٹیلی ویژن نے دوسرے ٹیلیویژن کو یہ فلمیں بھجوائیں۔ انہوں نے ان کو دکھایا۔ پھر نیشنل ٹیلی ویژن نے ان نظاروں کو دکھایا اور سارے ملک میں اس کا چرچا ہوا۔ بمبئی میں تو مسلسل تین دن تک ٹیلی ویژن پر حضرت بانیٔ سلسلہ کی تصویر۔ میرا پیغام اور تصویر۔ جماعت کے تذکرے بحوالہ بنی نوع انسان کی خدمت، مقاصد عظیم قربانیاں

اور جماعت کے عقائد کا باقیوں سے فرق وغیرہ۔ یہ تمام باتیں بار بار دُہرائی گئیں۔

افریقہ کے بعض ایسے ممالک جہاں سوائے ہماری دشمنی کے کوئی اور پراپیگنڈا کرنے کی اجازت نہیں اچانک وہاں کا پانسہ پلٹ گیا اور ریڈیو اور اخبارات نے بہت نمایاں طور پر جماعت کی خبریں نشر کرنا شروع کردیں۔

حضور نے فرمایا یہ رپورٹیں بتا رہی ہیں کہ ساری دنیا میں جو تحریک چلی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجے میں ہے۔ جماعت کی کوششوں کا اگر کوئی دخل ہے تو صرف اتنا کہ جماعت دردمندانہ دعائیں کرتی رہی ہے۔ پس تدابیر کو حتی الامکان حد تک آگے بڑھانا ہمارا فرض ہے لیکن تدبیروں میں سب سے اعلیٰ تدبیر دعا ہے جس کا براہ راست تقدیر الٰہی سے گہرا تعلق ہے۔ اسی لئے حضرت بانی سلسلہ نے ہمیشہ جماعت کو یہی نصیحت کی کہ تمام تدابیر میں دعا کی تدبیر کو سب سے زیادہ اہمیت دو۔ اور دین کی عظیم الشان ترقی کا یہی تجزیہ پیش فرمایا کہ یہ ایک فانی فی اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے اسلام کے عظیم الشان غلبہ کا معجزہ دکھایا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پس آج ہم اپنی آنکھوں کے سامنے خدا کے فضلوں اور رحمتوں کے جو غیر معمولی نظارے دیکھ رہے ہیں یہ دعاؤں کی قبولیت کا نشان ہوا کرتے ہیں۔ پس کبھی اس بنیاد سے ٹلنا نہیں کہ ہمارا سب سے بڑا ہتھیار دعا ہے۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اہل پاکستان دوست اور دشمن سبھی کو مخاطب کرکے فرمایا کہ دنیاوی تدابیر سے تم ہماری دنیاوی تدابیر کی شکست کے خواب تو دیکھ سکتے ہو لیکن وہ بھی پورے نہیں ہوں گے کیونکہ صاحب ایمان کی فراست کی تدابیر تمہاری تدابیر پر غالب آنے کے لئے مقدر کی گئی ہیں۔ اپنی تدابیر کے ذریعے تم خدا کی تقدیر کو کیسے ناکام کرسکتے ہو۔ زیادہ سے زیادہ جو تیر تم نے مارا وہ اہل ربوہ کی خوشیاں نوچنے کی کوشش ہے اور تمہارے دل گواہ ہیں کہ تم اس میں ناکام رہے ہو۔ جو آگ ننکانہ اور دوسری جگہوں پر برسی ہے وہ آگ گواہ ہے کہ خدا کی قسم تم ناکام کردیئے گئے ہو۔ اور اہل ربوہ کو میں یہ کہتا ہوں کہ جب تم یہ نظارے دیکھو گے جو تمام دنیا سے اکٹھے ہوکر تمہارے لئے پیش کئے جائیں گے تو وہ تھوڑا سا غم جو تمہارے دل کو لگا تھا تم اس کو بھی بھلا دو گے اور خدا کے حضور شکرانے کے آنسو بہاؤ گے۔

حضور نے فرمایا ان کی تفاصیل بتانے کا وقت نہیں لیکن میں ایک اور چھوٹی سی جھلکی آپ کو دکھاتا ہوں۔ کینیڈا میں جو مرکزی تقریب جشن تشکر کے سلسلہ میں ہوئی وہاں ایک تو ملک کے وزیراعظم کے پیغامات سُنائے گئے، بڑے بڑے لوگ حاضر ہوئے اور بڑی فراخ دلی سے جماعت کی عظمتوں کا اقرار کیا۔ لیکن سب سے زیادہ جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والی بات یہ تھی کہ ایک وزیر نے مڑ کر حضرت بانی سلسلہ کی تصویر کو دیکھا اور اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آج سے ایک سو سال پہلے یہ اعلان کیا تھا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ میں تیری آواز کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

آج مَیں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص سچا تھا اور واقعتہً اس کے مُنہ کی نکلی ہوئی ہر بات پوری ہوگئی۔ اور ایک شخص نے کہا کہ تم آج ایک صدی کے آخر پر تو دیکھ رہے ہو کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے مگر تم اندازہ بھی نہیں کرسکتے کہ اگلی صدی کے آخر پر خدا تعالیٰ کے کتنے فضل تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ایسے واقعات ایک مُلک میں نہیں ہوتے دیس دیس میں خدا کے فضل اسی طرح نازل ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں .... کتنے سال اب اس کے تذکرے چلنے ہیں لیکن مَیں آپ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ پورا سال ہم نے اِن جشنوں کے منانے کا مقرر کیا ہے۔ گزشتہ سَو سال کا ہر سال ایک قسم کا پیغام لے کر آیا تھا۔ کوئی لمحہ بھی ان دنوں، راتوں، ہفتوں، مہینوں، سالوں کا ایسا نہیں جس میں خدا تعالیٰ نے جماعت کے اُوپر اپنے احسانات اور فضلوں کی بارشیں نہ برسائی ہوں۔ اِس سال کے پروگرام تو ان عظیم جشنوں کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتے لیکن وہ پروگرام بھی اتنے ہیں کہ جماعت کو ان کو منانے کے لیے پوری ہمت درکار ہوگی، منصوبے بنانے ہوں گے، کوششیں کرنی ہوں گی۔ یہ چند دن کی بات نہیں سارا سال ابھی ہمارے کام باقی ہیں لیکن ہر کام اِس رنگ کا ہے کہ جب وہ مکمل ہوگا تو کام کا آغاز کرنے والا ہوگا۔ مثلاً قرآن کریم کے مکمل یا منتخبہ آیات کے تراجم، احادیثِ نبویہ اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کے اقتباسات کے تراجم جو ایک سَو اٹھارہ بانوں تک پہنچ چکے ہیں۔ ان کا ابھی ایک حصہ جماعتوں تک پہنچ سکا ہے۔ خواہش اور کوشش تو یہی تھی کہ ۲۳ مارچ تک یہ کام مکمل ہو جائیں اور جماعتیں اپنے ہال نمائشوں میں اُن کو سجا سکیں لیکن بہت سی مشکلات درپیش تھیں۔

حضور انور نے تفصیل سے ان مشکلات کا ذکر کر کے فرمایا کہ جو وقت طلب اور دقّت طلب باتیں تھیں وہ حل ہو چکی ہیں اب صرف چھپنے کی آخری رسوم باقی رہ گئی ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تیزی کے ساتھ جاری ہیں۔ اور اگلا قدم جو بھجوانے کا ہے وہ بھی کافی دقّت والا قدم ہے اور کافی خرچ آتا ہے۔ ہم اِس کام پر مستعدی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور اس سال کے آخری حصے تک یہ سارا کام مکمل ہو چکا ہوگا۔

حضور نے فرمایا جو کتابیں آپ تک پہنچ رہی ہیں اُن کے متعلق آپ ساتھ ساتھ کام شروع کر دیں اور انتظار نہ کریں کہ یہ مکمل ہوں تو پھر آپ نمائشیں لگائیں۔ کیونکہ سارا سال آپ نے کثرت کے ساتھ دوستوں کو یہ کام دکھانے ہیں۔ یہ کام مسلسل محنت چاہتا ہے۔ جن کو آپ نے بلانا ہے اُن کے ساتھ رابطے وغیرہ کا بہت بڑا کام پڑا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ایک کام مَیں نے یہ کہا تھا کہ ہر ملک میں دنیا کے بہت سے ممالک کے نمائندے موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً سفارتخانے ہیں، تاجر ہیں، اُن سے رابطے کرنا اور رابطے کے وقت اُن کی اپنی زبان کے تحفے اُن کی خدمت میں پیش کرنا اور اُن کو بتانا کہ دیکھیں آپ کی زبان میں بھی ہم نے لٹریچر شائع کیا ہے۔ اس سے طبیعتوں میں بہت خوشی پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے رشین ترجمۂ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں بھی ہم نے یہ ترجمہ پیش کیا وہاں سفارتخانے کا سٹاف تھا یا تاجر تھے انہوں نے

حیرت انگیز خوشی کا اظہار کیا۔ اسی طرح مشرقی یورپ کے ممالک ہیں مثلاً بلغاریہ ہے، وہاں جب جماعت کی یہ خبر پہنچی اور لٹریچر دکھایا گیا تو سفیر صاحب نے خود خواہش کا اظہار کیا کہ آپ کے مربی آکر مجھے ملیں۔ میں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا ہوں۔ یہ تو ایسی عظیم الشان چیز ہے کہ ہم پسند کریں گے کہ ہمارے ملک میں کثرت سے اس کا تعارف کرایا جائے۔ اصل کام یہ ہے کہ اس محنت کو آگے پہنچایا جائے اور اس سے استفادہ کیا جائے اور یہ سارا ابھی باقی پڑا ہوا ہے۔

حضور نے فرمایا اصل کام کرنے کا طریق یہ ہے کہ جب آپ ایک پیغام سنیں تو اس پیغام کو اپنی فکر بنالیں۔ یہ طریق ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سیکھا ہے اور آیت قرآنی، کیا تو اس غم میں خود کو ہلاک کرے گا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے، میں بھی تو پیغام ہے اور یہ ایک ایسی خوبی ہے جو بہت ہی زیادہ مجھے پیاری ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ خدا کو بھی بہت پیاری ہے۔ کیونکہ یہ خوبی سب سے زیادہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھی۔ اس لیئے ہو نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کی اس خوبی پر محبت اور پیار سے نظر نہ پڑتی ہو۔ آپ اس خوبی کو اپنائیں۔ جو فکریں آپ کو جماعت احمدیہ کے امام کی طرف سے ملتی ہیں ان فکروں کو اپنی بنا لیا کریں۔ پھر دیکھیں کتنی آپ کو عظمتیں نصیب ہوں گی اور کس تیزی کے ساتھ جماعت ہر سمت میں پھیلتی چلی جائے گی۔

حضور نے فرمایا ہمت بڑھائیں۔ یہ وقت ایسا ہے کہ کروڑوں کی تعداد میں ہمیں اپنے لٹریچر کو غیروں تک پہنچا دینا چاہیئے۔ جو طلب پیدا ہوئی ہے اس طلب کی پیاس بجھانی چاہیئے۔ پس بہت بڑے کام پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے اپنے ملکوں میں جائزے لیں۔ کام کے کتنے نئے نئے رستے ہیں جو آپ کے سامنے کھڑے آپ کے منتظر ہیں۔ میں نے تو اللہ کا یہی سلوک دیکھا ہے کہ کوئی کام پکڑ لو اس کام سے واقف نہ بھی ہوں، آپ شروع کر دیں پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت کی آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سلطان نصیر عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔

پس نمائش اور تقسیم لٹریچر کے کام جن میں ابھی بہت خلا باقی ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس صدی کو منانے کے لیئے آپ ایک نئی ہمت، نئے عزم، نئے توکل علی اللہ اور نئی دعاؤں کے ساتھ کام کے منصوبے بنائیں اور پھر اس پر عملدرآمد شروع کر دیں۔ اس ایک سال کے اندر اتنا پیغام ہم نے دنیا میں پہنچانا ہے کہ گزشتہ سو سال میں اتنا پیغام نہیں پہنچایا گیا ہوگا۔ اور بعض صورتوں میں اتنا پیغام پہنچانا ہے کہ گزشتہ چودہ سو سال میں نہیں پہنچایا گیا ہوگا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ زبانیں جن میں ہم نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ترجمے کیئے ہیں اس سے پہلے ان کا تیسرا حصہ بھی ترجمہ نہیں ہوا۔ اور قرآن کا اس کی نسبت کئی گنا زیادہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ لیکن آج بھی غیر قوموں میں سے قرآن کریم کی اشاعت کا کام اتنا تشنہ ہے کہ جب نظر پڑتی ہے کہ کس طرح عیسائیوں نے بائیبل کو دنیا میں

پہنچایا ہے تو غیرتِ دینی کے وجود کا انگ انگ دُکھنے لگتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے پیغام کو بگڑنے دیا اور توحید کو شرک میں تبدیل کر دیا اُن کو تو اس بگڑے ہوئے کلام سے بھی اتنی محبت ہے کہ آج دُنیا کی تقریباً ۹۰۰ نو سَو زبانوں میں وہ بائیبل مکمل یا اس کے ایک حصّے کا ترجمہ کر کے پیش کر چکے ہیں لیکن گزشتہ چودہ سَو سال میں ۱۲۰ تو چھوڑیں بمشکل ساٹھ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم دنیا کے سامنے پیش کیئے گئے۔ قرآن کریم تو فصاحت و بلاغت کا مرقع اور سرتاج کلام ہے۔ جو ترجمے ہم پیش کر رہے ہیں اُن میں کوشش یہی ہے کہ کامل وفاداری کے ساتھ کامل قرآن کریم کا ترجمہ بہترین زبان میں پیش کیا جائے۔ لیکن مَیں جانتا ہوں کہ اس میں ابھی بہت سے نقص ہوں گے ہم اِس بات سے غافل نہیں ہیں۔ جو ترجمے شائع ہو رہے ہیں اُن پر نظرِ ثانی کا کام، نظرِ سوم، چہارم کا کام ساتھ ساتھ ہوتا جا رہا ہے اور پھر نقص نظر آتے ہیں اُن کو ہم دُور کرتے چلے جاتے ہیں۔ تاہم موجودہ تراجم خدا کے فضل سے گزشتہ اکثر تراجم سے بہت ہی بہتر ہیں۔

حضور نے فرمایا کام کو آگے دنیا میں پہنچانے والا کام جو ہے یہ فکر مندی کا کام ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ اللہ نے چاہا تو جماعت اِس سال اِتنا پیغام ..... دنیا کو پہنچا دے گی کہ کونے کونے میں توحید گونجنے لگے گی اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے گیت گائے جانے لگیں گے۔

حضور نے فرمایا بہت سی زمینیں ہیں جو دینِ حق کے لیئے فتح ہونے والی ہیں اس لیئے کام کے انجام کا تو سوال ہی نہیں، آغاز کے بھی ابتدائی پہلو ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے کہ اِن کاموں کے تمام حق ادا کریں اور اس طرح حق ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کی نگاہیں ہم پر پڑنے لگیں ؛

حضرت فضلِ عمر فرماتے ہیں :۔

"پس تم جلد سے جلد وصیتیں کرو تا کہ جلد سے جلد نظامِ نَو کی تعمیر ہو اور وہ مبارک دن آ جائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اسکے ساتھ ہی میں ان سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصّہ لیکر دینی و دنیوی برکات سے مالا مال ہو سکیں اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اٹھائے کہ آخر اسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ قادیان کی وہ بستی جسے گورنہ کہا جاتا تھا جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دُور کر دیا، جس نے ساری دنیا کی جہالت کو دُور کر دیا، جس نے ساری دنیا کے دُکھوں اور دردوں کو دُور کر دیا اور جس نے ہر امیر اور غریب کو، ہر چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا فرما دی۔" (نظامِ نو صہ ۱۱۴)

آسمان سے روشنی پاؤ

حسین چہروں کے پیچھے ہیں جو چہرے سامنے لاؤ
مرے صورت گرو جو دیکھتے ہو سب کو دکھلاؤ

حقائق تلخ ہیں گو کیا ہمارا ہی مقدّر ہیں
ادیبو! شاعرو! دانشورو! ان سے نہ کتراؤ

تمہارا فن تو قدرت کی عطا کردہ امانت ہے،
قلم کی آبرو رکھو اسے پائل نہ پہناؤ

اگر افکار سچے ہیں تو پیکر جھوٹ کیوں بولیں
مقدّس چیز ہیں، الفاظ کی توقیر بڑھاؤ

عزیزو! پیٹ بھرنے کے لیے جھوٹ مت بولو
آئندہ آنے والوں کے لیے کچھ کام کر جاؤ

زمیں پیروں کے نیچے سے کھسک جانے پہ کیا ہوگا
قدم مضبوط رکھو آسماں سے روشنی پاؤ

یہ دھرتی ماں ہے اس کا دودھ ہم پر اک امانت ہے
بے عزّت ہو کے جینے سے کہیں بہتر ہے مر جاؤ

(راشد الیاس ناصر کراچی)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سادگی عاجزی نرمی اور عفو

عاجزی کا مجسمہ

باباکریم بخش صاحب سیالکوٹی نے ۱۹۰۵/۶ء کے جلسہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بیت اقصیٰ میں نماز ادا کرنے آیا اس وقت بیت الاقصیٰ چھوٹی تھی۔ میں نے جوتیوں پر اپنی لوئی بچھادی۔ حضرت چوہدری غلام محمد صاحب اور حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی بھی وہاں نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ دنیائے روحانیت کے سالار اعلیٰ حضرت اقدس جن کے ماننے والوں کی تعداد اس وقت ہزاروں سے گزر کر لاکھوں تک پہنچ چکی تھی۔ تشریف لا رہے ہیں۔ لوگوں نے خیال کیا ہو گا کہ حضور صفوں کو چیرتے ہوئے سب سے آگے تشریف لے جائیں گے مگر حضور سادگی اور عاجزی کا مجسمہ بنے وہیں ہمارے پاس کھڑے ہو گئے اور ہمارے ساتھ ہی نماز ادا کی۔ حضور کی سادگی اور بے تکلفی کی ایسی کئی مثالیں ہیں۔

گھر میں سادگی

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کا بیان ہے کہ حضرت اقدس کبھی کبھی گھر میں ننگے پیر بھی پھر لیتے تھے۔ خصوصاً اگر فرش پختہ ہوتا تھا تو بعض اوقات ننگے پاؤں ٹہلتے بھی رہتے تھے اور تصنیف کا کام بھی کرتے جاتے تھے۔ حضرت اقدس کا انداز بالکل بے تکلفانہ تھا اور زندگی نہایت سادہ تھی۔

عفوودرگزر

فساد کرنیوالے سکھوں کی رہائی

حضرت محمد خان صاحب ساکن گل منج کی روایت ہے کہ ایک بار جبکہ کثرت سے لوگ قادیان آنا شروع ہو گئے تھے بہت سے لوگ قادیان آئے ان میں لاہور کے لوگ بھی شامل تھے۔ حضور یہ ذکر فرما رہے تھے کہ دور دراز سے لوگوں نے آکر مجھے قبول کیا لیکن قادیان کے لوگوں نے یہ کہا۔ اتنے میں حاضرین میں سے دو سکھوں نے جن میں سے ایک اندھا تھا اٹھ کر گڑبڑ کرنی شروع کی۔ اندھا سکھ بولا، بھائیو۔ پیار یومترو۔ میری اِک عرض وا" اس کا انداز یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضور کی تقریر میں رخنہ ڈال کر اپنے مذہب کے متعلق کچھ پرچار کرنا چاہتا ہے جس پر قریب کے لوگوں نے اسے روک دیا کہ بولو نہیں وعظ ہو رہا ہے۔ دو منٹ کے بعد پھر اس اندھے نے پہلے کی طرح الفاظ کہے، پھر لوگوں نے اسے روک دیا۔ اس اندھے کے ساتھی نوجوان سکھ نے گالیاں دینی شروع کر دیں۔

اس وقت پولیس کا انتظام تھا اور محمد بخش تھانیدار بھی آیا ہوا تھا۔ لوگوں نے تھانیدار کو کہا کہ دو سکھ بیت الذکر میں گالیاں نکال رہے ہیں۔ تھانیدار اس وقت مرزا نظام الدین کے دیوان خانہ میں کھڑا تھا اور دو سپاہی اس کے ساتھ تھے۔ وہ گئے اور ان سکھوں کو پکڑ کر دیوان خانہ میں لے گئے۔ حضرت صاحب کے تقریر ختم کرنے کے دو گھنٹہ بعد کسی شخص نے آکر بتایا کہ تھانیدار نے ان سکھوں کو مارا ہے۔ حضرت صاحب نے اسی وقت فرمایا کہ تھانیدار کو کہدو کہ ان کو چھوڑ دے۔ اس پر اس تھانیدار نے ان سکھوں کو چھوڑ دیا۔

حضور کی نرمی اور عفو کی یہ ایک عام مثال ہے جب بھی حضور کے سامنے کسی نے ایسی بدتمیزی کی حضور نے خود اس کی حفاظت فرمائی حالانکہ عام دنیاوی نظریہ یہی ہے کہ ایسے لوگوں کی تھوڑی بہت گوشمالی ہوتی رہے تو دوسرے شرپسندوں کو عبرت حاصل ہوتی رہے۔ مگر حضور کا وسیع ظرف، طبیعت کی بے انتہا نرمی اور عفو و درگزر کی مثالی صفات اپنی مثال آپ ہی تھیں۔

حضور! میں رہ گیا

بعض اوقات چھوٹی سی بات ہوتی ہے مگر اپنے پیچھے لطف و معنی کی ایک دنیا بسائے ہوئے ہوتی ہے۔ ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتوں سے سیرت کے تہہ در تہہ گوشوں پر روشنی پڑتی ہے حضرت اقدس کی سادگی بے نفسی اور بے تکلفی کا ایک پیارا سا مگر چھوٹا سا واقعہ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب متوطن کشمیر نے بیان فرمایا ہے۔

مارچ ۱۹۰۸ء کی بات ہے کہ قادیان کے احمدی طلباء انٹرنس کا امتحان دینے کے لئے امرتسر جانے لگے تو حضرت اقدس سے رخصت حاصل کرنے کے لئے حضور کے مکان پر حاضر ہوئے۔ جب حضور کو اطلاع کرائی گئی تو دروازہ پر پہنچتے ہی حضور نے فرمایا "خدا تم سب کو پاس کرے" اس کے بعد تمام طلباء نے یکے بعد دیگرے حضور سے مصافحہ کیا۔ حضور طلباء کو رخصت فرما کر اندرون خانہ تشریف لے جانے کے لئے مڑے اور ایک دو قدم ہی چلے ہوں گے کہ لڑکا جو پیچھے رہ گیا تھا شوق ملاقات میں دیوانہ وار دوڑتا آیا۔ جب اس نے دیکھا کہ حضور اندرون خانہ تشریف لے جا رہے ہیں تو بے اختیار ہو کر لپکا اور محبت کی سرشاری میں بے تکلفی سے حضور کا دامن پیچھے سے پکڑ کر کھینچا اور زور سے بولا، "حضور! میں رہ گیا ہوں۔"

اس پر حضور مڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مصافحہ کر کے اس کو بھی رخصت کیا۔ ان صاحب کا نام عطا محمد تھا یہ بعد میں سب اسسٹنٹ سرجن بنے۔

اس مختصر سے واقعہ میں حضرت اقدس کی سیرت پاک کے کتنے ہی گوشے نمایاں ہیں۔ حضور احباب سے کس درجہ بے تکلف تھے۔ کہ اس نوجوان کے دل میں ذرہ بھر خوف نہ پیدا ہوا کہ حضور ناراض ہو جائینگے بلکہ کمال بے تکلفی سے حضور کا دامن پیچھے سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ حضور نے بھی اس حرکت کا کوئی برا نہ مانا بلکہ کوئی ادنیٰ سا اظہار بھی نہ فرمایا بلکہ کمال سادگی سے اس نوجوان کو شرفِ مصافحہ سے نوازا۔

کوئی پیروں والا چلن نہیں

حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب نے ۱۸۹۱/۹۲ء میں راولپنڈی سے بیعت کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راولپنڈی سے قادیان تشریف لے گئے۔ حضرت سیٹھی صاحب نے حضور کو کس سادگی کے انداز میں پایا اس کا احوال انہی کی زبان سے سنیئے کہتے ہیں

"...... میں دروازہ پر آیا تو شیخ حامد علی صاحب مرحوم باہر آئے اور مجھے اندر بالاخانہ پر لے گئے۔ اوپر جاکر دیکھا کہ ایک چارپائی بان سے بنی ہوئی تھی۔ اور ایک پرانا میز تھا۔ جس پر چند ایک پرانی کتابیں پڑی ہوئی تھیں اور فرش پر ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ پاس ہی ایک گھڑا پانی کا تھا۔ ایک پرانا صندوق جس کا رنگ غالباً سبز تھا وہ بھی پڑا تھا۔ حضرت صاحب کھڑے تھے میں نے جاکر السلام علیکم عرض کیا حضرت صاحب نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کر کے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں نے ادب کی خاطر عرض کیا کہ حضور آپ تو کھڑے ہیں اور میں چارپائی پر بیٹھ جاؤں۔ اتنے میں ایک مستری صاحب آ گئے انہوں نے کہا کہ حکم مانو اور جس طرح حضرت صاحب فرماتے ہیں اسی طرح کرو۔ اس پر میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ حضرت جی نے صندوق کھولا اور مصری نکال کر گلاس میں ڈالی اور پانی ڈال کر قلم سے ہلا کر آپ نے اپنے دست مبارک سے یہ شربت کا گلاس مجھے دیا۔ اور فرمایا کہ آپ گرمی میں آئے ہیں یہ شربت پی لیں۔ لیکن میں حیران تھا کہ یا الٰہی ہم نے تو بہت پیر دیکھے ہیں۔ یہ تو بالکل سادہ انسان ہے۔ کوئی پیروں والا چلن نہیں۔ پھر حکم دیا کہ اب گرمی سخت ہے اس لئے آپ آرام کریں۔ حافظ صاحب نے مجھے گول کمرہ میں چارپائی بچھا دی۔ وہاں پر میں سویا رہا۔ پھر ظہر کے وقت بیت الذکر میں حضرت جی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اور اس وقت غالباً ہم تینوں ہی تھے (یعنی میں، حافظ حامد علی اور حضرت جی) میں چند یوم یہاں ٹھہرا اور پھر حضرت جی سے براہین احمدیہ مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ ختم ہو چکی ہے۔ مگر ایک جلد ہے جس پر میں تصحیح کرتا ہوں۔ اس میں بھی پہلا حصہ نہیں ہے مگر پہلا حصہ تو فقط اشتہار ہے۔ آپ یہی تین حصے لے جائیں وہ کتاب لے کر میں واپس آگیا۔۔۔۔۔

ان ایام میں میں جب کبھی قادیان آتا تو دیکھتا تھا کہ حضرت صاحب مہمانوں سے مل کر کھانا کھاتے تھے اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے منہ میں ڈالتے جاتے تھے اور اچھی چیزیں ہم لوگوں کے لئے پکوا کر لاتے۔ اور چائے وغیرہ جو چیز پکتی عنایت فرماتے اور بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے۔ جتنی دفعہ باہر تشریف لاتے اس عاجز سے محبت سے گفتگو فرماتے اور فرماتے کہ میں نے آپ کے لئے دعا لازم کر دی ہے۔ ایک دفعہ میں بمعہ اہل وعیال قادیان آیا اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کے مکان میں رہتا تھا۔ قریباً بارہ بجے رات کا وقت ہوگا کہ کسی نے دستک دی۔ میں جب باہر آیا تو دیکھا کہ حضور ایک ہاتھ میں لوٹا اور گلاس اور ایک ہاتھ میں لیمپ لئے کھڑے ہیں۔ فرمانے لگے کہ کہیں سے دودھ آگیا تھا میں نے خیال کیا کہ بھائی صاحب کو بھی دے آؤں۔ سبحان اللہ کیا اخلاق تھے"

اس روایت میں جہاں بہت سی باتیں بیان ہوئی ہیں وہاں ایک بات جو سب سے نمایاں اور واضح ہے وہ حضور کی بے نفسی عاجزی اور سادگی کا رویہ ہے۔ حضور زندگی اس طرح گزارتے تھے کہ کسی قسم کا تکلف اور بناوٹ حائل نہ تھا۔ رات کو بارہ بجے مہمان کی خدمت کا خیال حضور کی کامل ترین بے نفسی کی مثال ہے کہ کسی نوکر یا ملازم کو نہیں بھیجا بلکہ خود آئے۔ اور ادنیٰ سا بھی سوال اپنی ذات کا بیچ میں نہ آنے دیا۔

دیوانہ پر شفقت

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے ایک عجیب روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں حضرت اقدس نے یہ طریق اختیار فرمایا کہ حضور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ساتھ اس کوٹھڑی میں نماز کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے جو بیت مبارک میں بجانب مغرب تھی مگر ۱۹۰۷ء میں جب بیت مبارک وسیع کی گئی تو وہ کوٹھڑی منہدم کردی گئی۔ اس جگہ حضور کیوں کھڑے ہوتے تھے؟ یہ ایک ایسی بات ہے جو حضرت اقدس کی طبیعت کی نرمی اور عفو و درگزر کو واضح کرتی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک صاحب جن کا نام قاضی یار محمد تھا اور وہ بڑے مخلص احمدی تھے۔ ان کے دماغ میں کچھ خلل تھا وہ حضور کے جسم مبارک سے برکت حاصل کرنے کا ایک یہ طریقہ نکالتے تھے کہ جب حضور نماز کی نیت باندھتے تھے تو وہ نماز ہی میں حضور کے جسم پر اپنی دانست میں برکت حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پھیرنا شروع کر دیتے اور ان کے ہاتھ پھیرنے کا طریق بھی یہ ہوتا تھا کہ گویا جسم کو ٹٹول رہے ہیں۔ اس سے لازمی بات ہے کہ حضور کو بڑی کوفت ہوتی تھی۔ حضور چاہتے تو سختی سے اس دیوانہ شخص کو روکا جا سکتا تھا۔ اور ذرا دیکھئے تو ہر شخص تائید کرے گا کہ ایسا ضرور کیا جانا چاہیئے مگر وہ شخص جو سب سے مختلف تھا اور جس کو خدا نے دنیا کی اصلاح اور ہدایت کے لئے بھیجا تھا اس کا طرز عمل یہ تھا کہ حضور نماز کے دوران اس مشکل سے بچنے کے لئے کوٹھڑی میں کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ وہ دیوانہ وہاں نہ آسکے۔ کوئی ادنیٰ سی تکلیف بھی اس دیوانہ کو پہنچانے یا سختی کرنے یا صرف ڈانٹنے کا بھی کوئی ذکر نہیں۔

مغل نہیں فقیر

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب جو حضرت اقدس کی زوجہ اوّل سے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اور آپ نے حضرت اقدس کی زندگی میں احمدیت قبول نہیں کی۔ اُن سے ایک بار پوچھا گیا کہ وہ اپنے والدگرامی حضرت اقدس کے بارے میں بتائیں۔ حضرت صاحبزادہ نے کئی باتیں بیان کیں اور کہا

> بس یہی ہے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری۔ اور انہوں نے اس بات کو بار بار دوہرایا۔

اخلاق پر زور

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی روایت ہے کہ حضرت صاحب کی عادت تھی کہ وہ اپنی جماعت کے افراد کی مذہبی حالت کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ مگر جب آپ کسی میں کوئی اعتقادی یا عملی یا اخلاقی نقص دیکھتے تھے تو عموماً اسے مخاطب فرما کر کچھ نہ کہتے تھے بلکہ موقعہ پا کر کسی پبلک تقریر یا گفتگو میں ایسی طرز اختیار فرماتے تھے جس سے اسکی اصلاح مقصود ہوتی تھی اور پھر اسے مناسب طریق پر کئی موقعوں پر بار بار بیان فرماتے تھے۔ جماعت کی اصلاح اندرونی کے متعلق آپ کو از حد فکر رہتا تھا ...... اخلاق پر حضور بہت زور دیتے تھے اور اخلاق میں سے خصوصاً محبت تواضع، حلم و رفق، صبر اور ہمدردی خلق اللہ پر آپ کا بہت زور ہوتا تھا۔ اور تکبر سنگدلی، سخت گیری، اور درشتی کو بہت برا سمجھتے تھے تنعم و تعیش سے سخت نفرت تھی اور سادگی اور محنت کشی کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت میاں عبد اللہ سنوری کی روایت ہے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ مجھے وہ لوگ جو دنیا میں سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں بہت ہی پیارے لگتے ہیں۔

سیرت المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۲۵۳ تا ۲۵۷

رحمتِ مجسم

کبھی غصہ نہیں دیکھا

حضرت مولوی شیر علی صاحب کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ مجھے بعض اوقات غصہ کی حالت تکلیف سے بنانی پڑتی ہے۔ ورنہ خود طبیعت میں بہت کم غصہ پیدا ہوتا ہے۔

ایک ہندو پنڈت دیوی رام ولد متھرا داس نے حضرت اقدس کی طبیعت کے بارے میں بیان کیا، مذہبی بحث میں ایک شیر ببر کی طرح ہوشیار ہو جاتے تھے سائستگی نرمی اور شیریں کلامی سے بات کیا کرتے تھے۔ طبع کے حلیم اور بردبار تھے۔ مرزا صاحب کی طبیعت میں کبھی غصہ نہیں دیکھا (ص ۱۸۲، ۱۸۳) (اس کے علاوہ) آپ بڑے خندہ پیشانی سے ملنے والے، خوش خلق حلیم الطبع، منکسر المزاج تھے تکبر کرنا نہ آتا تھا (ص ۱۸۴)

حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ عاجز ...... حضرت قادر مطلق جلشانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی و غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے"

(اشتہار ۸ مارچ ۱۸۸۵ء از حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جانیوالی زندگی

۱۸۹۹ء میں یورپ دعوت الی اللہ کے نقطۂ نظر سے حضرت اقدس نے فوٹو کھچوانے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ لاہور سے ایک گروپ فوٹو گرافر بلوایا گیا۔ فوٹو گرافر نے اپنے علم کے لحاظ سے اور تصویر کی خوبی کے پہلو کو مدنظر رکھ کر حضور کو آپ کی نشست اور لباس کے بارے میں بڑے ادب سے کچھ ہدایات عرض کیں۔ اور بار بار اپنی مرضی سے حضور کا فوٹو لینے کی خواہش کی۔ لیکن جو ہستی

تکلفات سے بالکل آزاد ہو اور باوجود کوشش کے کوئی
بناوٹ اختیار نہ کرسکتی ہو اس کے لئے کوئی مصنوعی پوز
بنانا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ وہ فوٹو گرافر عاجز آگیا اور جیسے
بھی بن پڑا تصویر کھینچ کر روانہ ہوگیا۔ چنانچہ حضور کا وہ فوٹو
آج بھی اپنی بھرپور سادگی کی شان کے ساتھ ہمارے
سامنے ہے آپ کے چہرے پہ نیم وا آنکھیں جن کو
کھلوانے کی فوٹوگرافر نے بار بار کوشش کی سادگی اور
حقیقی شان اور جلال کی مظہر نظر آتی ہیں۔
(سیرت مسیح موعود شمائل و اخلاق حصہ سوم صفحہ ۳۰۲)

خبردار! نفسانیت غالب نہ آئے

حضور کا فرمان ہے:۔
"...... اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحتاً
کہتا ہوں کہ جو.... محض دل دکھانے اور
توہین کی نیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی نسبت اعتراضات کے پیرایہ
میں سخت الفاظ لکھے ہیں یا میری نسبت
مال خور اور ٹھگ اور کاذب اور نمک حرام
کے لفظ کو استعمال میں لائے ہیں اور
مجھے لوگوں کا دغابازی سے مال کھانے
والا قرار دیا ہے اور یا جو خود میری جماعت
کی نسبت سؤر اور کتے اور مردار خود
اور گدھے اور بندر وغیرہ کے الفاظ
استعمال کئے ہیں اور ملیچھ ان کا نام رکھا
ہے ان تمام دکھ دینے والے الفاظ پر
وہ صبر کریں۔ اور میں اس جوش اور اشتعال
اس حالت میں پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ نہ صرف
اس کو گالیاں دی جاتی ہیں بلکہ اس کے
رسول اور پیشوا اور امام کو توہین اور
تحقیر کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے
اور سخت اور غضب پیدا کرنے والے
الفاظ سنائے جاتے ہیں لیکن میں کہتا
ہوں کہ اگر تم ان گالیوں اور بدزبانیوں
پر صبر نہ کرو تو پھر تم میں اور دوسرے
لوگوں میں کیا فرق ہوگا؟ اور یہ کوئی
ایسی بات نہیں کہ تمہارے ساتھ ہوئی اور
پہلے کسی سے نہیں ہوئی۔ ہر ایک سچا
سلسلہ جو دنیا میں قائم ہوا ضرور دنیا نے
اس سے دشمنی کی ہے۔ سو چونکہ تم
سچائی کے وارث ہو ضرور ہے کہ تم سے
بھی دشمنی کریں۔ سو خبردار رہو۔
نفسانیت تم پہ غالب نہ آوے۔ ہر
ایک سختی کو برداشت کرو۔ ہر ایک
گالی کا نرمی سے جواب دو تاکہ آسمان
پر تمہارے لئے اجر لکھا جاوے۔"
(نسیم دعوت صفحہ ۳-۵)

ہر مذہب سے ہمدردی اور نیکی کرو

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔
"یقیناً یاد رکھو کہ مومن متقی کے دل میں
شر نہیں ہوتا۔ مومن جسقدر متقی ہوتا جاتا
ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذاء
کو پسند نہیں کرتا مسلمان کبھی کینہ پرور نہ

نہیں ہوسکتا۔ ہاں دوسری قومیں ایسی کینہ
پرور ہوتی ہیں کہ ان کے دل سے دوسرے
کی بات کینہ کی کبھی نہیں جاتی اور بدلہ
لینے کے لئے ہمیشہ کوشش میں لگے
رہتے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے
مخالفوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے
کوئی دکھ اور تکلیف جو وہ پہنچا سکتے
تھے انہوں نے پہنچایا ہے لیکن پھر
بھی ان کی ہزاروں خطائیں بخشنے کو
ہم اب بھی تیار ہیں۔ پس تم جو میرے
ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ ہر شخص
سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی
کرو اور بلا تمیز مذہب و قوم ہر
ایک سے نیکی کرو۔"

(تقریریں ص ۲۹ از حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

ماریں کھاؤ اور خوش رہو!

حضرت اقدس کا ارشاد ہے

"اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت
شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت
شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر
قدم مارو گے۔ ...... زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ
نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے ...
اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری
تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں
سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت
توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ نیک عمل
دکھاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو ......"

(کشتی نوح ص ۲۱ و ص ۲۳)

(مرتبہ:- یوسف سہیل شوق)

فری کوچنگ

خدا تعالیٰ کے حضور اظہارِ تشکر کے طور پر مجلس
خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کے شعبہ امورِ طلباء کے زیر
اہتمام طلباء کی تعلیمی معاونت کا ایک پروگرام مرتب
کیا گیا ہے جو سال بھر جاری رہے گا۔ اس پروگرام کے
تحت کمزور اور ذہین طلباء کے لئے کوچنگ کا انتظام ہوگا
سال میں مختلف مواقع پر فری کوچنگ کلاسز کے علاوہ
ایسا پروگرام تجویز کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں طلباء کو
انفرادی توجہ مہیا کی جائے گی تاکہ وہ صحیح اور مفید
رنگ میں تعلیمی استفادہ کرسکیں۔

اس سلسلہ میں ایک کوائف فارم تیار کیا گیا ہے
جس کو طلباء پُر کرکے بھجوائیں گے۔ ان کوائف کو
ملحوظ رکھ کر مضمون کے لحاظ سے دو دو تین تین طلبہ
کے گروپ بنا دیئے جائیں گے اور ہر گروپ ایک
رضاکار ٹیچر کے سپرد کیا جائے گا جو انہیں سہولت
کے مطابق ہر روز وقت دیا کریں گے۔ آٹھویں کلاس
سے لیکر بی اے / بی ایس سی تک کے طلبہ کو یہ سہولت
میسر ہوگی۔ جو طلبہ اس انتظام سے مستفید ہونے کا ارادہ
رکھتے ہوں وہ ۲۵ مئی کے بعد دفتر مجلس خدام الاحمدیہ
مقامی ربوہ سے رابطہ کرکے فارم کوائف اور تفصیلی
معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

ناظم امورِ طلباء
مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ

واقفینِ نو اور والدین کی ذمہ داریاں

(ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ ۱۰ ر فروری و ۱۷ ر فروری ۱۹۸۹ء)

سچ سے محبت:۔ وقفِ نو میں شامل ہر بچہ کو بچپن سے ہی سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہیئے۔

قناعت:۔ بچپن ہی سے ان بچوں کو قانع بنانا اور حرص و ہوا سے بے رغبتی پیدا کرنی چاہیئے۔

امانت و دیانت:۔ دیانت و امانت کے اعلیٰ مقام تک ان کو پہنچانا ضروری ہے۔ دیانت کا ہماری شہ رگ کی حفاظت سے تعلق ہے۔

خوش مزاجی و تحمل:۔ خوش مزاجی اور تحمل بھی واقفین بچوں میں بہت ضروری ہے۔

مزاح:۔ مزاح اچھی چیز ہے لیکن اس کے اندر پاکیزگی اور لطافت ہونی چاہیئے۔

تعلیم قرآن کریم:۔ بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم کی طرف سنجیدگی سے متوجہ کرنا چاہیئے۔

پابندیٔ نماز:۔ نماز کی پابندی اور نماز کے لوازمات کے متعلق بچوں کو تعلیم دینی چاہیئے۔

جنرل نالج و مطالعہ:۔ بچپن ہی سے ان واقفین بچوں کو عام جنرل نالج پڑھانے کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے۔ تدریسی مطالعہ کے علاوہ مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

نظام جماعت کی اطاعت:۔ نظام جماعت کی اطاعت کی بچپن سے عادت ڈالنا اور ذیلی تنظیموں سے وابستہ کرنا بہت ضروری ہے۔

چالاکیوں سے بچانا:۔ بعض بچے شوخیاں اور چالاکیاں کرتے ہیں لہٰذا اُن کو ایسی چالاکیوں سے بھی بچائیں۔

وفا:۔ اپنے بچوں کو وفا سکھائیں۔

جسمانی صحت:۔ واقفین زندگی کی بدنی صحت کا خاص خیال رکھیں۔

تعلیم:۔ تعلیم کے سلسلہ میں ان کا دائرہ وسیع کرنا چاہیئے۔ تاریخ اقوام اور جغرافیہ کا علم بہت ضروری ہے۔

لغو اور گندے ناولوں سے دُور رکھیں۔ جاسوسی ناولوں سے بچائیں۔

عربی زبان کی تعلیم:۔ عربی زبان سکھانے پر زور دیں۔ علاوہ ازیں اُردو زبان بھی بہت ضروری ہے۔

ایک عالمی سیاسی مفکر کی باتیں

مستقبل کے عالمگیر وفاقی نظام کے قیام کی طرف پیش رفت

اس موضوع پر چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کا ایک خصوصی انٹرویو

از محترمہ کیولا ولی صاحبہ

(نوٹ: یہ انٹرویو ۱۹۷۳ء کے شروع میں لیا گیا۔ مترجم)

پیس پیلس PEACE PALACE کے صدارتی چیمبر کی زربفت وکمخواب سے آراستہ مخملیں دیوار کے پیچھے واقع دروازہ کھلا اور ہلکی بھوری داڑھی والی شخصیت۔ پاکستان کے سر محمد ظفراللہ خاں عالمی عدالتِ انصاف کے صدر اندر داخل ہوئے۔ انکے ہاتھ خیر مقدمی انداز میں اُٹھے ہوئے تھے۔

چوبدار نے آواز لگائی "یور ایکسی لینسی"

"کوئی ایکسی لینسی نہیں:" انہوں نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ انکی گہری سیاہ آنکھیں ہلکے سے احساسِ مزاح سے جگمگا اٹھیں۔

یہ انکی سادگی کا انداز تھا۔ وہ پیدائشی طور پر اپنے مذہب کیلئے وقف انسان ہیں۔ انہوں نے کئی موضوعات پر گفتگو کی۔ عالمی پس منظر میں بھی اور اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں بھی۔

"اللہ کی رحمت کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا" انہوں نے اپنی مختصر مگر جامع اور فصیح انگریزی میں کہنا شروع کیا" یہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس کو آج نظر انداز کر دیا گیا ہے اور یہی دنیا کے ان سب مسائل کی بنیادی وجہ ہے جس سے آج کی دنیا دوچار ہے"۔ انہوں نے چند لمحے کی گہری سوچ سے ابھرتے ہوئے کہا" ہم میں سے ہر شخص کو بدلنا ہوگا تاکہ جو باتیں ضروری ہیں ان کو اختیار کر سکیں"

عالمی قوانین کی تہہ میں جاری وساری اس مذہبی تصور کو وہ کس طرح بیان کرتے ہیں؟ سُنیئے۔

"مذہب یقینی طور پر اعلیٰ معیار اور بلند اقدار کا درس دیتا ہے۔" انہوں نے جنرل اسمبلی کے صدر ہونے کے وقت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی،" لیکن ہمیں انفرادی سطح پر لازمی طور پر خود کو قوانین سے ہم آہنگ کرنا ہوگا۔ ہمیں ان ذمہ داریوں کو ہر صورت ادا کرنا چاہیئے جن کو ہم اپنے اپنے مذہب کی روشنی میں تسلیم کرتے ہیں"

دنیا بھر کے انتہائی محترم اور بزرگ سیاسی وسفارتی مفکرین میں سے ایک، پاکستان کی جماعت احمدیہ کے رکن ظفراللہ خان اپنے دین پر عمل کرنے کی ایک زندہ مثال ہیں۔ اس دین سے انہوں نے چار دہائیوں پر محیط اپنی غیر معمولی پبلک سروس کے دور میں ہمیشہ رہنمائی حاصل کی

ہے۔ ۱۹۳۰ء کی دہائی کے شروع سے انہوں نے ہندوستان کے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں درجن بھر اعلیٰ عہدے باری باری حاصل کئے۔ ۱۹۴۱ء میں وہ سپریم کورٹ آف انڈیا کے جج بنے۔ اس عہدے سے انہوں نے اس وقت استعفیٰ دے دیا جب ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا۔ جس کے کچھ عرصہ بعد وہ نئی بننے والی مسلم مملکتِ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ انٹرنیشنل سطح پر کام کرنے کے پچیس سال کے عرصے میں جب کہ وہ دو بار عالمی عدالت انصاف کے جج بنے رہے اور ایک بار اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے نمائندے مقرر ہوئے اور تمام پاکستانی وفود کی قیادت کرتے رہے۔ اس سارے عرصے میں ان کے مذہبی اعتقادات پورے زور سے اس سمت میں کام کرتے رہے کہ دنیا بھر کی حکومتیں اور عالمی سطح پر ساری دنیا ایک ایسی عالمی حکومت (WORLD GOVERNMENT) کا روپ دھارلے جہاں پر قوت کی بجائے قانون کی حکمرانی ہو۔

"وفاق پسند ہونے کی وجہ سے تو میں یقیناً وفاقی نظام کی ضرورت سے اتفاق کرتا ہوں" انہوں نے اعتراف کیا۔ "لیکن ہم میں سے ہر شخص چاہے وہ کسی عالمی حکومت کے قیام کے نظریے پر یقین رکھتا ہے یا نہیں طوعاً یا کرہاً اسی نظریے کی طرف چلتا جارہا ہے۔"

وہ ایسا کیوں چاہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے؟

"عالمی وفاق کی بنیاد اس وقت رکھی گئی جب ۱۸۷۴ء میں انٹرنیشنل پوسٹل یونین کا قیام عمل میں آیا" انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "تب سے اب تک ساری دنیا اسی سمت میں جارہی ہے۔"

اس کی کوئی مثال۔

"یہاں ہیگ میں عالمی عدالت کا قیام اس سمت میں ایک اہم موڑ ہے۔ جس سے عالمی قانونی نظام کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔"

اور کوئی مثال۔

"عالمی سول ایوی ایشن کی تنظیم (فضائی سمجھوتوں کی عالمی تنظیم) جس کا کہنا یہ ہے کہ ہم بعض اصولوں پر متفق ہوئے بغیر پرواز نہیں کر سکتے۔ یہ اسکی مثال ہے کہ ہم کس طرح سے اس سمت میں بڑھ رہے ہیں۔ فضائی نظام کا شکاگو کنونشن ہمیں اپنی مرضی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمیں لازمی طور پر یہی کرنا ہے جو یہ کنونشن چاہتا ہے۔"

"لیکن یہ انتظامات تو محدود علاقوں کے لئے ہیں۔" انہوں نے انکار میں سر ہلایا۔ "خود مختار حکومتیں اکٹھا چل کر ہی چل سکتی ہیں۔ ابھی چھوٹے دائروں میں ہی سہی۔ بعد ازاں وہ اپنے دائروں میں وسعت اختیار کریں گی اور دیگر علاقوں کو بھی خود میں شامل کریں گی۔ جن میں یہ عالمی ادارے ہی حرفِ آخر ہونگے۔" انہوں نے پورے یقین سے پیشگوئی کی۔

"دیگر علاقوں سے کیا آپ کی مراد زمین، سطح سمندر اور فضا ہے؟"

"یہ ان علاقوں میں سے ایک ہیں۔ لیکن اب دنیا کو ماحول کے بارے میں بھی زبردست مسائل کا سامنا ہے۔ اور اگر ہم مسائل کے حتمی حل پر متفق نہ ہوئے تو عالمِ انسانیت کے لئے موت کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ سمجھوتے بر وقت ہو جائیں گے؟"

"ہم اسی طرف لے جائے جا رہے ہیں۔ چاہے ہم اسے جانتے ہیں یا نہیں؟ مختلف طریقوں سے دنیا اپنی رکاوٹوں اور تعصبات پر قابو پاتی جا رہی ہے جنہوں نے اسے پہلے روک رکھا تھا۔ مثال کے طور پر کرسچیئن برنارد نے جو دل کی تبدیلی کا کام کیا ہے (جس میں ایک سیاہ فام کا دل ایک سفید فام کو لگایا گیا تھا) اس نے ایک نسل کی برتری کے نظریہ کو فنا کر کے رکھ دیا ہے۔"

کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عالمی عدالت کے قواعد میں حال ہی میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں اس کے ذریعے سے عدالت کے اثر و رسوخ میں اور دائرہ کار میں اضافہ ہونے میں کامیابی حاصل ہو گی؟

جواباً انہوں نے اپنی میز سے ایک چھوٹا سا کتابچہ اٹھایا اور اس میں سے اپنی اس تقریر کا ایک اقتباس پڑھا جو انہوں نے عالمی قانونی نظام کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر اپریل میں کی تھی۔ "بعض حلقوں میں خود مختار ملکوں کے معاملات میں عدالت کے دائرہ کار کو قبول کرنے کے بارے میں بعض شکوک و شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ میں اس نکتۂ نظر پر تنقید نہیں کرتا۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد انہوں نے کہا۔ "یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عدالت کا زیادہ سے زیادہ استعمال یقینی طور پر خود مختار ملکوں میں قانونی تصفیئے کے بارے میں ان کے رویئے میں ایک بنیادی تبدیلی پیدا کرنے کا موجب ہو گا۔"

"لیکن کیا آپ کا بیان خود مختار ملکوں کی کارکردگی کے بارے میں ایک حکم کا درجہ نہیں رکھتا۔"

"جب ۵ فروری ۱۹۷۳ء کو عالمی عدالت میں میری معیاد ختم ہو گی میں اسوقت اسی سال کا ہو جاؤں گا۔" انہوں نے نرمی سے جواب دیا۔ "میری نصف سرکاری زندگی ایک جج کے طور پر گذری ہے۔" اس یادگار موقعے پر اپنی تقریر کا آخری صفحہ انہوں نے نکالا اور پڑھا، "یہ عدالت خود مختار ملکوں کے لئے اور ان کے اوپر اسی وقت بطور ایک جج کے ہے جبکہ وہ خود ایسا چاہیں۔ لیکن جو حکومتیں ہمارے دائرہ اختیار کو تسلیم نہیں کریں گی ان کو ایسے فیصلے کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے ہم سے کوئی بھی بچ کر نہیں جا سکتا۔ اور یہ فیصلہ ہو گا تاریخ کا اور عالمِ انسانیت کا۔"

جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ ورلڈ گورنمنٹ (عالمی حکومت) کا جو نظریہ وہ بیان کرتے ہیں اس کو آگے بڑھانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے تو انہوں نے اپنا ایک ذاتی فارمولا بیان کیا کہ کسطرح سے مختلف افراد کو اپنے اختلافات دُور کرنے پر رضامند کیا جا سکتا ہے۔

"میں ہر وہ کوشش کرتا ہوں جو میں اپنے آئیڈیل کے حصول کیلئے کر سکتا ہوں۔ تمام وہ لوگ جو ایک رحیم و کریم خدا پر ایمان رکھتے ہیں یہ جانتے ہیں کہ انسان کو کسی مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ ہم کو انسان کے انسان کے ساتھ تعلقات ہر قیمت پر بہتر بنانے چاہیئیں۔" اسکی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ "یہ احساس کہ ہر انسان اسی رحیم و کریم خدا کی تخلیق ہے اور اس کے نزدیک ہر فرد واحد اس کا پیارا ہے، یہ احساس ہم کو اس قابل بناتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ احترام سے پیش آئیں۔" انہوں نے Reverence کے لفظ پر زور دیا۔ "صرف رواداری یا خیرات نہیں۔" انہوں نے متنبہ کیا۔ "بلکہ یہ جاننا کہ درحقیقت ہر فرد بشر حقیقی احترام کا مستحق ہے۔"

اس پر وہ اپنی روزمرّہ زندگی میں عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "آج کا دن عدالت کی پچاس سالہ تاریخ کے مصروف ترین دنوں میں سے ایک ہے۔ جب میں صبح ساڑھے سات بجے آیا تو یہاں پر اور کوئی نہیں تھا سوائے صفائی کرنے والی عورت کے جو اپنا جھاڑو سنبھالے صفائی میں مصروف تھی۔ میں نے سوچا کہ یہ لوگ اپنے کام کی اعلیٰ معیار کی ادائیگی کے معاملے میں مجھ سے کتنے برتر ہیں۔ میں نے خود سے سوال کیا، کیا میں بھی اپنے خالق و مالک کا اتنا ہی وفادار ہوں جتنے یہ لوگ اپنے مالکوں سے ہیں؛ اگر نہیں۔ تو یہ مجھ سے کتنے زیادہ بہتر ہیں! اس سوچ نے مجھے اپنی عاجزی اور کم مائیگی کا احساس دلایا۔ یہ وہ سپرٹ ہے جس کے تحت میں اپنے روزمرّہ کام کی ادائیگی کا آغاز کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس سے مجھے بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ دوسروں کا بھی یہی حال ہے یا نہیں یہ میں نہیں جانتا!" انہوں نے اپنے ہاتھ افسوس کی علامت کے طور پر پھیلائے۔ اس ضمن میں کچھ مزید سوچتے ہوئے انہوں نے کہا،

"اپنے چیمبر میں میں نے آج کا فیصلہ پڑھا اور اس کی سولہ نقول پر اپنے دستخط کئے۔ نو بجے میں نے ایک ملاقات کی۔ اس کے بعد میں نے اپنا (ججوں والا) گاؤن پہنا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ آج کے دن بھر کے کام کے بارے میں گفتگو کی۔ دن کے ایک بجے میں نے یہاں اپنے کمرے میں کوکو کے ایک پیالے اور تھوڑی سی ڈبل روٹی کے ساتھ لنچ کیا۔ اور اس کے بعد اب آپ کو انٹرویو دے رہا ہوں۔"

وہ نرمی سے مُسکرائے۔

"آج بعد دوپہر ہم عدالت میں دو کیسوں پر بحث کریں گے، جن میں سے ایک برطانیہ اور آئس لینڈ کے درمیان ہے اور دوسرا مغربی جرمنی اور آئس لینڈ کے درمیان ہے۔ اس میں مختلف ممالک کے ماہی گیری کے حقوق زیر بحث آرہے ہیں۔ شام چھ بجے لازمی طور پر مجھے انڈونیشی سفارت خانے میں ایک فنکشن میں شریک ہونا ہے۔

سفارت کاروں کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی مصروفیات میں اُن کو رات پڑنے اور رات کے دن میں تبدیل ہو جانے کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا انہیں جنرل اسمبلی کے اجلاس میں بحیثیت صدر سامنا کرنا پڑا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ مختلف ممالک کے وفود اور نمائندوں کو صبح دیر سے آنے پر جھڑکیاں دیتے (جس کی وجہ ان کی سابقہ رات کی سفارتی ذمّہ داریاں یا تفریحات ہوتی تھی) انہوں نے یہ فیصلہ سُنایا کہ اسمبلی کا اجلاس اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اس دن کا ایجنڈا ختم نہ ہو جائے۔

اور اُس وقت انکی آنکھوں میں ایک ناقابلِ بیان اور غیر محسوس قسم کی چمک تھی جب انہوں نے یہ کہا کہ، "میں صبح کے وقت جلدی دفتر آنے کے معمولات کی پابندی کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے احساس ہے کہ مغرب کی لمبی شامیں صبح سویرے اُٹھنے والے اہلِ مشرق کے ساتھ نہیں چل سکتیں۔"

(مسلم ہیرلڈ۔ لندن مارچ ۱۹۷۳ء صـ۱۷ تا ۲۱)

حکیم مومن خان مومن

مکرم راجہ نصر اللہ خان صاحب

اُردو شعر و ادب میں دلچسپی رکھنے والوں پر یہ بات واضح ہے کہ دہلی کے شعراء میں تین اساتذہ ہوئے ہیں۔ استاد ابراہیم ذوقؔ (استاد اسد اللہ خان غالبؔ (۳) حکیم مومن خان مومنؔ۔ مختلف اہلِ ذوق کی پسند اور ترجیح کے مطابق اِن تینوں ناموں کی ترتیب بدلتی رہتی ہے لیکن یہ تینوں عظیم الشان سخنور مسلّمہ طور پر اردو شاعری کے استاد سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے ہمعصروں میں سے نواب شیفتہؔ اور رعانی قریب کے ناقدین میں سے نیاز فتحپوری اُن حضرات میں شامل ہیں۔ جو غزل گوئی کے لحاظ سے مومنؔ کو تمام شعراء سے افضل قرار دیتے ہیں اور اُن کی نازک خیالی اور تغزل کو بے مثال جانتے ہیں۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ مومن خان مومنؔ کی شخصیت اور شاعری میں کچھ ایسے قابلِ قدر اور دلکش اوصاف موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے ہمعصر شعراء میں منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ اس کا تفصیلی ذکر تو بعد میں ہوگا پہلے مومن خان کا کچھ تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

مومن خان ۱۸۰۰ء میں دہلی کے کوچہ چیلاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حکیم غلام علی خان شاہی طبیب اور صاحب جاگیر ہونے کے باعث متموّل تھے۔ علاوہ ازیں علم و ادب کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ مولانا محمد حسین آزاد "آبِ حیات" میں لکھتے ہیں:-

> "شاہ عبد العزیز کا مدرسہ وہاں سے بہت قریب تھا۔ اُن کے والد کو شاہ صاحب سے کمال عقیدت تھی۔ جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت ہی نے آکر کان میں اذان دی اور مومن خان نام رکھا۔"

مومن خان نے ابتدائی تعلیم شاہ عبد العزیزؒ کے مدرسے میں پائی۔ بعد میں اُن کے والد نے انہیں عربی اور فارسی کی تعلیم کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ عبد القادرؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ گویا مومن خان کو شروع سے ہی پاکیزہ مذہبی ماحول اور تربیت میسّر آئی۔ ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ نے "کلیات مومن" جلد اول (مطبوعہ مجلس ترقی ادب۔ لاہور) کے مقدمہ میں نقل کیا ہے کہ مومن خان حافظِ قرآن بھی

تھے۔ آپ نے عربی، فارسی اور علمِ دین سیکھنے کے بعد اپنے والد سے علمِ طب پڑھا۔ آپ بہت اچھے طبیب تھے اور ایک عرصہ تک اپنے والد کے مطب میں نسخہ نویسی بھی کرتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے علمِ نجوم و ہیئت میں بھی دلچسپی لی اور اس میں کمال حاصل کیا۔ مولانا آزاد "آبِ حیات" میں لکھتے ہیں "خان صاحب نے اپنی نجوم دانی کو ایک غزل کے شعر میں نہایت خوبی سے ظاہر کیا ہے ؎

ان نصیبوں پر کیا اختر شناس
آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا

قد و قامت اور مشاغل

"دہلی کی آخری شمع" میں فرحت اللہ بیگ نے مومن خان کی بڑی عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:-

"کشیدہ قامت، سرخ سفید رنگ تھا جس میں سبزی جھلکتی تھی۔ بڑی بڑی روشن آنکھیں، لمبی لمبی پلکیں، کھنچی ہوئی بھنویں، لمبی ستواں ناک، پتلے پتلے ہونٹ، ان پر پان کا لاکھا جما ہوا، مِسّی آلودہ دانت، ہلکی ہلکی مونچھیں، خشخشی داڑھی، ..... سر پر گھونگھر والے لمبے لمبے بال ..... بدن پر شربتی ململ کا نیچی چولی کا انگرکھا تھا ..... ہاتھ میں نیلا سا خارپشت، پاؤں میں سرخ گلبدن کا پاجامہ ..... سر پر گلشن کی بڑی دو پلڑی ٹوپی، اس کے کنارے پر باریک لیس ..... غرض یہ کہ نہایت خوش پوش اور جامہ زیب آدمی تھے"

"آبِ حیات" میں لکھا ہے:-

"ایسی دردناک آواز سے دلپذیر ترنّم کے ساتھ پڑھتے تھے کہ مشاعرہ وجد کرتا تھا۔ اللہ اللہ اب تک وہ عالم آنکھوں کے سامنے ہے"

ڈاکٹر مسیح الزمان رقمطراز ہیں:-

"فکرِ روزگار میں مومن کو کبھی پریشان نہیں ہونا پڑا۔ سلیقے، ذوق اور وضع داری سے خرچ کرتے تھے۔ شطرنج، موسیقی، طب، نجوم سے دلچسپی تھی۔ زیادہ روپے کی ہوس نہ تھی کہ درباروں کا چکر لگاتے۔ شاعری بھی ایک مشغلہ تھا" (مقدمہ "کلیاتِ مومن" مطبوعہ الٰہ آباد)

مومن کی منفرد شخصیت اور شاعری

حکیم مومن خان مومن قادر الکلام اور بامرام شاعر ہی نہ تھے بلکہ ایسی طرحدار اور باوقار شخصیت کے مالک بھی تھے کہ اُن کے حالات پڑھ کر قاری کو اُن کے ساتھ ایک قسم کی ارادت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اُن کے دلفریب اور درد آمیز کلام کو پڑھ کر اس کی جاذبیت اور کسک دل میں محسوس ہونے لگتی ہے۔

(۱) وضعداری: مومن نہایت ہی وضعدار شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسودہ حالی اور خوش خصالی سے نوازا تھا۔ وہ بڑے رکھ رکھاؤ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ فرحت اللہ بیگ نے لکھا ہے جو کوئی تاجر دلی میں آتا

وہ مومن خان کے یہاں ضرور جاتا کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ اگر کوئی تھان پسند آگیا تو پھر قیمت کی بحث نہ ہوگی۔ مومن خان ہر ایک سے تواضع اور متانت سے پیش آتے۔ سائل کو خالی ہاتھ بھیجنا ان کو کبھی منظور نہیں ہوا۔

وہ اصول کے پکے اور اخلاص کے سچے تھے۔ چونکہ شاہ عبدالعزیزؒ سے قلبی عقیدت تھی اس لیئے ایک بار اپنے ایک دوست آرزو سے شاہ صاحب کی شان میں گستاخی کی وجہ سے آزردگی پیدا ہوگئی۔ آپ نے آرزو سے قطع تعلق کر لیا اور یہ شعر کہا ؎

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال لیں
مومنؔ نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

لیکن جب آرزو نے ندامت اور افسوس کا اظہار کیا تو آپ نے بھی اس کا جواب مروّت سے دیا اور دونوں کی باہمی دوستی پھر سے قائم ہوگئی۔ اس موقع پر مومن خان نے یہ شعر پڑھا ؎

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم

(ب) غیور اور سیر چشم طبیعت: اللہ تعالیٰ نے مومن کو فراخی کے ساتھ ساتھ سیر چشمی اور قناعت بھی دی تھی۔ وہ باوقار اور خوددار طبیعت کے مالک تھے اور بے تحاشا دولت کے پیچھے بھاگنے والے نہیں تھے۔ "آبِ حیات" میں مولانا آزاد نے ان کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے کہ مہاراجہ کپور تھلہ نے ۳۵۰ روپے ماہوار پر انہیں اپنا مصاحب مقرر کیا اور ایک ہزار روپیہ زادِ راہ کے طور پر بھیجا۔ باتوں باتوں میں مہاراجہ کے ایلچی سے مومن خان کو پتہ چل گیا کہ مہاراجہ کا درباری گویا بھی اسی قدر مشاہرہ پاتا ہے آپ کی عزّتِ نفس نے اسے گوارا نہ کیا اور کہا کہ جہاں مراثیوں اور شاعروں کی تنخواہ برابر ہوئیں وہاں جانا نہیں چاہتا۔

مومن کی خودداری اور نازک مزاجی کی جھلک ان کے کلام میں بھی نظر آتی ہے۔ دیکھئے کس طمطراق سے کہتے ہیں ؎

معشوق سے بھی ہم نے نبھائی برابری
واں لطف کم ہوا تو یہاں پیار کم ہوا

ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؎

آئے غزال چشم سدا میرے دام میں
صیاد ہی رہا میں گرفتار کم ہوا

(ج) جبہ سائی اور قصیدہ گوئی سے نفرت:۔

حیرت ہے کہ اپنے دائیں بائیں قصیدہ گوئی کی بھرمار دیکھنے کے باوجود مومن خان مومن نے مال وزر اور خلعت و القاب کی خاطر اس کوچے کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ "کلیاتِ مومن" میں کل نو قصیدے ملتے ہیں۔ سات قصیدے تو حمد و نعت و منقبت میں ہیں اور صرف دو قصیدے ایسے ہیں جو دوسری (ہمعصر) شخصیات کے متعلق لکھے گئے ہیں وہ بھی محض ان کے حسنِ سلوک اور قدردانی کے جواب میں اظہارِ تشکّر کے طور پر ـــ کیونکہ مومن کی شرافتِ طبع کا یہ بھی تقاضا تھا۔

؎

ہیں اُس کے اسیر جو ہے اپنا اسیر
ہم نہ سمجھے صید کیا صیاد کیا

سبحان اللہ! کیا آبدار اور دلآویز شعر ہے۔
ڈاکٹر مسیح الزمان صدر شعبۂ اُردو، فارسی، عربی بنارس یونیورسٹی (ہند) تحریر کرتے ہیں:۔

"اُن کے قصیدوں کی یہ خصوصیت ہے کہ حصولِ زر کیلئے نہیں لکھے گئے بلکہ خراج عقیدت کے طور پر لکھے گئے ہیں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علاوہ۔ ناقل) حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کی شان میں بھی ایک ایک قصیدہ لکھا ہے جسکی طرف اردو کلاسیکی شعراء میں سے کسی اور نے توجہ نہیں کی۔" (مقدمہ کلیات مومن صفحہ ۱۲ مطبوعہ الہ آباد)

(۵) مذہب سے محبت و عقیدت: مومن خان کو شروع سے ہی مذہبی تعلیم ملی تھی۔ مومن خان اور ان کے والد کو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خانوادہ سے بڑی عقیدت تھی۔ جب حضرت کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو مومن نے بڑا پُر درد نوحہ لکھا۔ پہلا شعر ہے ؎

انتخاب نسخہ دیں مولوی عبدالعزیز
بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے مثل

اور آخری شعر کیسا بے مثال ہے جس کے دوسرے مصرع میں جناب شاہ کی تاریخ وفات بھی نکلتی ہے:۔ ؎

دستِ بیداد اجل سے بے سر و پا ہو گئے
فقر و دیں فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

(تاریخ وفات ۱۲۳۹ ہجری)

مولانا آزاد ایک اور مردِ حق کے ساتھ مومن خان کی ارادت مندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"نوجوانی ہی میں مولانا سید احمد بریلوی کے مرید ہوئے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب (حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے۔ ناقل) کے پیر تھے۔ خان صاحب انہی کے عقائد کے بھی قائل رہے۔" ("آبِ حیات")

مومن خان نے سید احمد شہید بریلویؒ کی تحریک احیائے دین سے متعلق ایک مثنوی جہادیہ بھی لکھی۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

جو داخل سپاہِ خدا میں ہوا
خدا جی سے راہ خدا میں ہوا
حبیب حبیبِ خداوند ہے
خداوند اس سے رضامند ہے
امامِ زمانہ کی یاری کرو
خدا کے لیئے جاں نثاری کرو
یہ دعوت ہو مقبول درگاہ میں
مری جاں فدا ہو تیری راہ میں

مومن خان کے عاشقِ رسولؐ اور چشم براہِ مہدیٔ مسعود ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ اپنے دیوان کی پہلی غزل (ردیف الف) میں یہ اشعار لائے ہیں:۔

مرا جو ہر ہو سرتا پا صفائے مہرِ پیغمبر
مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہو سُنّت کا
زمانہ مہدیٔ موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلام پاک حضرت کا

(د) فنی کمال اور خود اعتمادی: پروفیسر ضیا احمد کا کہنا ہے "غزل میں نازک خیالی، معاملہ بندی اور سوز و گداز میں مومن اپنے تمام معاصرین میں فائق ہیں"۔ (بحوالہ مقدمہ "کلیاتِ مومن" از ڈاکٹر سید عبداللہ مطبوعہ لاہور)

اور مولانا آزاد "آبِ حیات" میں فرماتے ہیں:
"غزلوں میں اُن کے خیالات نہایت نازک اور مضامین عالی ہیں اور استعارہ اور تشبیہ کے زور نے اَور بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچایا ہے"۔

مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

دیدۂ حیراں نے تماشا کیا
دیر تک وہ مجھے دیکھا کیا

آنکھ نہ لگنے سے سب احباب نے
آنکھ کے لگ جانے کا چرچا کیا

اور ایسا کیا کوئی بے سر و ساماں ہوگا
کہ مجھے زہر بھی دیجئے گا تو احساں ہوگا

کیا سُناتے ہو کہ ہے ہجر میں جینا مشکل
تم سے بے رحم پہ مرنے سے تو آساں ہوگا

لکھو سلام غیر کے خط میں غلام کو
بندے کا بس سلام ہے ایسے سلام کو

"حیاتِ مومن" کے مصنف عرش گیاوی مومن کے فن کو یوں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:-
"اشعار اُن کے مضامین پیچیدہ اور نازک خیالیوں اور نازک ترکیبوں کے ساتھ درد و غم سے معمور ہیں"۔

یہ اشعار دیکھئے ؎

مٹی نہ دی مزار تلک آکے اس پہ بھی
کہتے ہیں لوگ خاک میں اس نے ملا دیا

شام سے تا صبح مضطر صبح سے تا شام
ایک عالم میں ہیں کیوں لے گردشِ ایام ہم

ناوک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہوں گے
نیم بسمل کئی ہوں گے کئی بے جاں ہوں گے

تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانہ کر لے
ہم تو کل خواب عدم میں شبِ ہجراں ہوں گے

مومن خان اپنے فن کی انفرادیت اور فوقیت کے متعلق پوری خود اعتمادی رکھتے تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ فرماتے ہیں:-
"وہ ایک منفرد شخصیت رکھتے تھے اور انہیں اپنی شخصیت کو ممتاز رکھنے کا احساس بھی تھا۔ اس کا ثبوت ان کے وہ اشعار ہیں جن میں انہوں نے اپنی شاعری کی خود تعریف کی ہے"۔ (مقدمہ کلیاتِ مومن" مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور)

چند اشعار دیکھئے ؎

انصاف کے خواہاں ہیں نہیں طالبِ زر ہم
تحسینِ سخن فہم ہے مومن صلہ اپنا

مومن اسی نے مجھ سے دی برتری کسی کو
جو پست فہم میرے اشعار تک نہ پہنچا

ایسی غزل کہی یہ کہ جھکتا ہے سب کا سر
مومن نے اس زمین کو مسجد بنا دیا

"آبِ حیات" میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے الٰہی بخش کا مسجع لکھا تھا۔ ع

مجھ گناہ گار کو الٰہی بخش

آپ نے اسے کیسا خوبصورت بنا دیا۔ ع

میں گناہ گار ہوں الٰہی بخش

"یادگارِ غالب" میں مولانا حالی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غالب کی محفل میں کسی نے مومن کا یہ شعر پڑھا :۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تو غالب نے بے اختیار کہا "کاش مومن خان میرا سارا دیوان لے لیتا اور صرف یہ شعر مجھ کو دے دیتا"۔

اس خوبصورت غزل کے چند اور اشعار پڑھیے ؎

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

حالِ دل یار کو لکھوں کیونکر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

چارہ دل سوائے صبر نہیں
سو تمہارے سوا نہیں ہوتا

کیوں سنے عرضِ مضطر اے مومن
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

عظیم ادیب اور نقاد مولانا نیاز فتحپوری نے اپنے ممتاز مجلہ "نگار" (مومن نمبر) میں کلام مومن کے ساتھ اپنی شیفتگی و فریفتگی کا اظہار یوں کیا ہے :۔

"اگر میرے سامنے اردو کے تمام شعرائے متقدمین کا کلام رکھ (بہ استثنائے میر) مجھ کو صرف ایک دیوان حاصل کرنے کی اجازت دی جائے تو میں بلا تامل کہہ دوں گا کہ مجھے "کلیاتِ مومن" دیدو اور باقی سب اٹھا کر لے جاؤ"

لیجئے اب مومن کی ایک خوبصورت غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

در بدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے

شوق کم ملنے سے اندوہ فزا ہوتا ہے
ہائے پرہیز سے یہ درد سوا ہوتا ہے

دل دیا جس نے وہ ناکام رہا دمِ زیست
فی الحقیقت کہ برا کام برا ہوتا ہے

دا رہیں حشر تلک بہرِ دعا گو لبِ زخم
پر ترا حقِ نمک کوئی ادا ہوتا ہے

اے دل آجانے دے اس زلفِ مسلسل کا خیال
جان کر کوئی گرفتارِ بلا ہوتا ہے

ہو نہ بے تاب غمِ ہجرِ بتاں میں مومن
دیکھ دو دن میں بس اب فضلِ خدا ہوتا ہے

(س) تخلص نبھانے میں جدت اور لطافت :

مومن نے بڑے خوبصورت اور پر لطف مقطعے کہے ہیں۔ اس میں انہیں کمال حاصل تھا ڈاکٹر مسیح الزمان لکھتے ہیں :۔

"کیونکہ ان کا تخلص مومن زہد و پرہیز گاری پارسائی اور شرع کی پابندی کے ہم معنی ہے

اور عشق بازی، شراب خوری، بُت پرستی استعارے کے طور پر ہی سہی اِس کی بالکل ضد ہے۔ اِن دونوں کو اکٹھا کر کے مومن نے اپنے مقطعوں میں ایک خصوصیت پیدا کر لی ہے۔" (کلیاتِ مومن" مطبوعہ الہ آباد) آئیے اُن کے چند خوبصورت مقطعوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں :-

دشمنِ مومن ہی رہے بُت سدا
مجھ سے مرے نام نے پر کیا کیا

ربطِ بتانِ دشمنِ دیں اتّہام ہے
ایسا گناہ حضرتِ مومن سے کب ہُوا

مومن پہ عالمِ اُس غنچہ جاں فزا کا ہے
دل لگ گیا جہاں سراسر خراب تھا

اللہ ری گمرہی بُت دبتخانہ چھوڑ کر
مومن چلا ہے کعبے کو اک پارسا کے ساتھ

اے تپ ہجر دیکھ مومن ہیں
ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

"مومن جنتی"

مومن خان مومن ۱۸۵۲ء میں باون سال کی عمر میں بمقام دہلی وفات پا گئے۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے کوٹھے سے گر پڑے تھے۔ گرنے کی تاریخ خود کہی: دست و بازو بشکست ـــــ نجوم کے ماہر تو تھے ہی۔ اپنے متعلق کہا کہ پانچ دن، پانچ ماہ یا پانچ سال میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ پانچ ماہ بعد وفات پا گئے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے "آبِ حیات" میں مومن خان کا انجام بخیر ہونے کے متعلق ایک دلنشین و دلنوازنہ واقعہ رقم کیا ہے :-

"نواب مصطفےٰ خان نے دو برس بعد خواب میں دیکھا کہ ایک قاصد نے آکر خط دیا کہ مومن مرحوم کا خط ہے۔ انہوں نے لفافہ کھولا تو اس کے خاتمہ پر ایک مُہر ثبت تھی جس میں "مومن جنتی" لکھا تھا اور خط کا مضمون یہ تھا کہ آجکل میرے عیال پر مکان کی طرف سے بہت تکلیف ہے تم اُن کی خبر لو۔ صبح کو نواب صاحب نے دو سو روپے اُن کے گھر بھیجے اور خواب کا مضمون بھی کہلا بھیجا۔ اُن کے صاحبزادے احمد نصیر خان سلمہ اللہ کا بیان ہے کہ فی الواقع ان دنوں میں ہم پر مکان کی نہایت تکلیف تھی۔ برسات کا موسم تھا اور سارا مکان ٹپکتا تھا۔"

مومن تجھے تو وہب ہے مومن ہی وہ نہیں
جو معتقد نہیں تری طبعِ سلیم کا

○

عدل و انصاف کا تھا عہد نہ یہ جور کا وقت
خوش نصیبوں کو ملا کرتا ہے اس طور کا وقت
غور کر غور کہ ہے تیرے یہی غور کا وقت
"وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا"

(حسن رہتاسی)

وہ ایک دن

(مکرم قمر داؤد کھوکھر صاحب)

دن آتے اور گزر جاتے ہیں لیکن بعض دن اپنے اندر ہونے والے واقعات کی بناء پر عظیم الشان یادگار بن جایا کرتے ہیں۔ انہی دنوں میں سے ایک دن ۲۳ر مارچ ۱۹۸۹ء تھا۔ جو ہر سال ایک عہد آفریں دن کی طرح آتا اور عہدِ رفتہ کی یاد دلا کر ہمارے ایمانوں کو قوی کرنے اور دلوں کو یقین سے پُر کرنے کے بعد گزر جاتا تھا۔ اُس روز جب طلوعِ فجر سے دن کا آغاز ہوا تو اُس کا رنگ کچھ اَور ہی تھا اور جب وہ دن غروب ہوا تو مجھے یہ احساس دلا گیا کہ وہ دن نو پوری دنیا کے مستقبل کی سمت بدلنے کا دن تھا اور آنے والی نسلوں کے لیئے ایک نشانِ راہ!

اُسی روز ساری دُنیا میں ایک جشن منایا جا رہا تھا۔ وہ جشن کوئی مادی جشن تو نہ تھا بلکہ خالصۃً روحانی جشن، تھا جس کے گیت خدا کی حمد کے ترانے تھے اور جس کی خوشیاں سجداتِ شکر میں مضمر تھیں ـــــ لیکن میرے شہر میں ـــــ ہاں میرے شہر میں اِس جشن پر پابندیاں تھیں ـــــ خوشیوں کے اظہار پر قدغن تھی ـــــ لیکن جو پابندیاں لگانے والے تھے وہ اِس بات سے لاعلم تھے کہ انسانی جذبات تو اندر سے پھوٹتے ہیں۔ وہ بھلا کب روکے سے رُک سکتے ہیں۔ جذبے سچے ہوں تو لاکھ پابندیوں کے باوجود اپنے اظہار کے لیئے راہ ڈھونڈ نکالتے ہیں ـــــ اور پھر یہ خوشی و مسرت یہ تو سراسر روحانی تھی، مادی تو نہ تھی جسے نہ مادی پیمانوں سے ناپا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر قدغن لگائی جا سکتی ہے۔ بھلا بُلبل کو باغ میں چہکنے سے بھی کوئی روک سکتا ہے؟

میرے سامنے سَو سالہ جدوجہد کے لیل و نہار پھیلے ہوئے تھے۔ جیسے یہ سب میرے سامنے کی بات ہو ـــــ ۱۸۸۹ء کا وہ یادگار لمحہ جب ۴۰ افراد نے خدا کے ایک بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہدِ بیعت باندھا تھا۔ اور پھر ایک مختصر سی جماعت ـــــ قربانیاں، عظیم قربانیاں ـــــ جان و مال کی، عزّت و نفس کی ـــــ جاہ و حشم کی، سب میری نظروں کے سامنے گھوم گئیں ـــــ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کی خدا کی راہ میں موت ـــــ ۳۵ء کا پُر آشوب زمانہ، ۵۳ء کے حادثات ـــــ ۷۴ء کی قربانیاں اور سب سے بڑھ کر ۸۴ء سے اب تک کا دَورِ ابتلاء...... یہ سب واقعات میری نظروں کے سامنے ایک فلم کی طرح چل رہے تھے اور مَیں ایک مسافر کی طرح اِس

تاریخی سفر میں قافلہ کے ساتھ رواں دواں تھا۔

ہر سفر کا ایک اختتام ہوتا ہے، ہر مسافر کی ایک منزل ہوتی ہے۔ لیکن ہماری منزل —— نزدیک نہ سہی دُور بھی نہیں ہے۔

اِنہی خیالات کے ساتھ میں گھر سے نکل کھڑا ہوا —— سارے شہر کی عجیب کیفیت تھی۔ ہر چہرہ خنداں، ہر آنکھ مسرت کا اظہار کر رہی تھی، ہر شخص کے وجود سے ایسی خوشی پھوٹ رہی تھی جس کو نہ قلم باوجود اپنی طاقت کے ضبطِ تحریر میں لا سکتا ہے اور نہ زبان باوجود اپنی قوتِ گویائی کے اس کا اظہار کر سکتی ہے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میرے شہر کے لوگوں نے اس سے قبل خوشی دیکھی ہی نہ ہو اور اُن کے ہونٹوں پر اس سے قبل مسرت کھیلی ہی نہ ہو —— باوجود پابندیوں کے وہ خوشیاں اور زیادہ اُبھر رہی تھیں، قوت کے زور سے دبائی جانے والی مسرتیں اور زیادہ شدت کے ساتھ چہروں پر بکھری ہوئی تھیں۔

میری چشمِ حیرت نے ایک اور تماشہ بھی دیکھا کہ جن کے ہاتھ میں قانون کی باگ ڈور تھی ایکا ایکی نہ جانے کب اور کہاں سے میرے شہر میں آن موجود ہوئے اور جگہ جگہ نہایت مستعدی کے ساتھ اور چاق و چوبند کھڑے تھے —— وہ تو یہی سمجھتے ہوں گے کہ اِس شہر کے باسی دوسرے شہروں میں رہنے والے لوگوں کی طرح صدائے احتجاج بلند کریں گے، نعرے بازی کریں گے اور پھر انہیں چار و ناچار آنسو گیس یا ہوائی فائر کرنے کی ضرورت پیش آئے گی —— لیکن —— ایسا کچھ بھی تو نہ ہوا۔ خوشی کے اظہار پر پابندیوں کے خلاف نہ احتجاج تھا نہ مروّجہ نعرے بازی، نہ توڑ پھوڑ تھی نہ ہلڑ بازی کہ میرے شہر کے لوگوں کی سرشت میں ایسی باتیں سرے سے داخل ہی نہیں ہیں —— خوشیاں پابندیوں کے باوجود اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے تھیں اور مسرتیں قدغن کے باوجود بکھری پڑ رہی تھیں —— کہ انہیں حکم ہی یہی تھا —— احتجاج تھا تو صرف خدا تعالیٰ کے دربار میں تھا کہ اے بارِ اِلٰہ! یہ کیسا وقت آ گیا کہ انسانی جذبوں پر بھی پابندیاں لگنی شروع ہو گئیں۔ اور پھر میرے لبوں پر یہ دعا مچل اٹھی:۔

"اب خود اُتر کے آ کہ سیاہ تر ہے کائنات"

- "تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۱)
- "کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خداوند کریم اور قادر خدا ہے۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۰۴)
- "وہ خدا مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامدِ حقّہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبداء ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شے کا۔" (الوصیت صفحہ ۱۶)
- "اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ دو ہی چیزیں ہیں تقویٰ اور دل کا پاک ہونا۔" (حجۃ اللہ صفحہ ۹۶)
- اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
  جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار
  (براہین احمدیہ صفحہ ۹۷)

الدُرَرُ البهیہ کا تعارف

مکرم منیر احمد صاحب بسمل

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ، جہاں دیگر بہت سی برکات کا موجب ہوئی وہاں علمی میدان میں بھی اس کے نہایت دُور رس اور انقلابی اثرات ظہور میں آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا میں اگر کوئی خطہ نورِ علم سے یکسر محروم اور جہالت کی تاریکی میں گُم تھا تو وہ یقیناً یقیناً جزیرۂ عرب تھا۔ اِس بات میں کسی کلام کی گنجائش نہیں کہ عرب لوگ سخت جاہل اور گنوار تھے۔ علم کی دولت سے بالکل بے بہرہ اور عرفان کے نور سے یکسر نابلد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے بعد جزیرۂ عرب میں ایک طرف اگر عظیم روحانی اور اخلاقی انقلاب رونما ہوا تو دوسری طرف علمی میدان میں بھی زبردست تبدیلی ظاہر ہوئی۔ قرآن کریم کے نزول سے جزیرۂ عرب میں علم کی شمع روشن ہوئی اور رفتہ رفتہ ساری دنیا اس کے نور سے منور ہو گئی۔ وہی قوم جو کچھ عرصہ قبل دنیا کی جاہل ترین قوم شمار کی جاتی تھی قرآنی انوار کے طفیل علم کے میدان میں ساری اقوامِ عالم کی اُستاد بن گئی۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کی تبلیغ اور خدا کے پیغام کو اپنوں اور غیروں تک مؤثر طریق پر پہنچانے کے لئے بہت سے علوم ایجاد کیے۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کو نیک کاموں کا حکم دیا گیا اور بُرے کاموں سے اجتناب کی تلقین کی گئی۔ نیز حلال و حرام کے متعلق احکام نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے ان اوامر و نواہی کی تشریح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو غور سے سُنا اور اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ یہ علم سینہ بسینہ چلتا رہا اور بالآخر محدثین کی کاوشوں کے نتیجہ میں باقاعدہ مدوّن ہو کر ہم تک پہنچا۔ ان احادیث میں دینی و دنیوی مسائل بیان کیے گئے تھے لیکن ہر کس و ناکس ان تمام دینی مسائل کو پوری طرح سمجھنے کے قابل نہ تھا۔ لہٰذا اِس بات کی ضرورت بشدت محسوس ہوئی کہ دین کے اوامر و نواہی کو ایسے زنگ میں مدوّن کیا جائے جس سے ہر شخص بآسانی اُن کا علم حاصل کر کے روزمرہ زندگی میں اُن پر عمل پیرا ہو سکے۔ اِس ضرورت کے پیشِ نظر فقہ کا علم ایجاد ہوا۔ اور اس غرض کے لیئے بہت سی کتب لکھی گئیں۔ اسی سلسلہ میں کچھ اصول وضع کیئے گئے تا ان کی روشنی میں دینی مسائل صحیح رنگ میں استخراج کر کے اُن کو مدوّن کیا جا سکے۔ اس علم کو اصولِ فقہ کا نام دیا گیا۔ مسائل کے استخراج کے وقت علماء میں بعض مسائل اور بالخصوص اُن کی جزئیات میں اختلافِ رائے پیدا ہوا۔ اِس ضمن میں نیز قرآن کریم کی

صحیح تشریح اور تعبیر کے لئے اور بھی بہت سے علوم کی تشکیل ہوئی۔ ان میں سے ہر علم رفتہ رفتہ اتنا وسیع ہو گیا کہ ایک عالِم کے لئے ان تمام علوم پر عبور حاصل کرنا ممکن نہ رہا۔ اِس کی وجہ سے علماء کے مخصوص طبقات رونما ہوئے۔ چنانچہ جو لوگ فقہ کی تدوین میں مصروف ہوئے وہ فقیہہ کہلائے۔ جب مسائل کے استخراج میں فقہاء میں اختلاف پیدا ہوا تو پھر مختلف فقہی مکاتیب فکر نے جنم لیا۔ ہر مکتبِ فکر کے علماء نے اپنے اپنے مسلک کے مطابق بہت سی کتب تصنیف کیں۔ پھر آہستہ آہستہ اختلاف کی خلیج وسیع ہونے لگی تو دوسرے مکاتیبِ فکر پر تنقید اور اپنے مسلک کی تائید میں بہت سی کتب اور پھر جوابی کتب لکھی گئیں اس طرح بہت بڑی بڑی کتب ظہور میں آئیں۔

ایک عام آدمی کے لئے شرعی احکام کا صحیح علم حاصل کرنا قریباً ناممکن ہو گیا۔ تو ایسی کتابوں کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی جن میں مسائل کو مختصر اور سادہ اور عام فہم طرز پر مدوّن کیا جائے تا ہر آدمی اُن کو سمجھ کر عملی زندگی میں اُن پر کاربند ہو سکے۔

حضرت امام شوکانیؒ کی مبارک ہستی اِس لحاظ سے لائقِ صد تحسین ہے کہ آپ نے اِس غرض کو احسن طور پر پورا کیا۔ آپ نے اِس غرض سے ایک مختصر سا رسالہ تالیف فرمایا جو "الدُّرر البھیہ" کے نام نامی سے موسوم ہے۔ یہ رسالہ گوناگوں خوبیوں کا حامل ہے مثلاً:۔

۱۔ اختصار

اِس میں مسائل کو مختصر رنگ میں مدوّن کیا گیا ہے۔ اور اِس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ ایک مبتدی اِس رسالہ سے اپنے ظرف کے مطابق روزمرہ زندگی میں راہنمائی حاصل کر سکے۔

۲۔ جامعیّت

اگرچہ اختصار کو مدنظر رکھا گیا ہے لیکن اختصار اس رنگ کا بھی نہیں کہ جس کی وجہ سے مسائل سلجھنے کی بجائے مزید الجھ کر رہ جائیں اور ایک مبتدی کے لئے خواہ مخواہ پریشانی کا موجب ہوں بلکہ اختصار کے باوجود اِس میں مسائل کو بہت واضح رنگ میں بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ایک مبتدی کسی قسم کی پریشانی سے دوچار نہیں ہوتا۔

۳۔ احادیث کے الفاظ اور اقتباسات

اِس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کہی جائے بلکہ مسائل کو احادیثِ شریفہ ہی کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔ چنانچہ اِس رسالہ کے اکثر مسائل صحاحِ ستّہ کے اقتباسات کی شکل میں ہی بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً کتاب کا پہلا ہی فقرہ: الماءُ طاھرٌ و مطھّرٌ لا یخرجہ عن الوصفین اِلّا ما غیّر ریحہٗ او لونہٗ او طعمہٗ ابن ماجہ کی روایت کا فقرہ ہے۔ ابی امامۃ الباھلی کہتے ہیں: قال قال رسول اللّٰہ انّ الماء لا ینجّسہٗ شیءٌ اِلّا ما غلب علی ریحہ او طعمہ او لونہ (ابن ماجہ ابواب الطھارۃ۔)

۴۔ حُسنِ ترتیب

اس رسالہ کا اندازِ بیان بہت ہی عمدہ ہے اور مسائل کو بہت خوبصورت طریق پر حُسنِ ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے کسی مسئلہ کے متعلق راہنمائی حاصل کرنا بہت آسان ہو گیا ہے اور کوئی دقّت پیش نہیں آتی۔

۵۔ مسائل فقہی اختلاف کے بغیر بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس بات کا خاص طور پر التزام فرمایا ہے کہ تمام مسائل فقہاء کے باہمی فقہی اختلاف کا ذکر کیے بغیر بیان کیے جائیں تاکہ مبتدی کے لیے کسی قسم کی دقت پیدا نہ ہو۔ البتہ بعض ضروری مقامات پر ضروری اختلاف کو بیان بھی کر دیا گیا ہے۔ مثلاً مسئلہ طلاق کے متعلق وہ لکھتے ہیں :۔

"وفی وقوعہ ووقوع ما فوق الواحدۃ من دون تخلّلِ رجعۃٍ خلافٌ"۔

لیکن اس جگہ فقہاء کے باہمی اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد ساتھ ہی آپ نے الجھن دور کرنے کے لیے اپنی رائے کا اظہار بھی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"وَالرَّاجِعُ عَدَمُ الْوُقُوْعِ"

. . . .

۶۔ مسائل کو اصولی طور پر بیان کیا گیا ہے اسلیئے علماء کیلئے بھی یہ کتاب بہت مفید ہے

یہ رسالہ جہاں ایک مبتدی کے لیے مفید ہے وہاں علماء کے لئے بھی بہت ہی سود مند اور ازدیادِ علم کا باعث ہے۔ کیونکہ اس رسالہ میں مسائل کو اصولی رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ گویا ایک علمی میدان کی حدود اس میں متعین کر دی گئی ہیں جہاں پر علماء اپنی بساط کے مطابق عقل و فہم کے گھوڑے دوڑا سکتے ہیں یا بالفاظ دیگر ایک مضبوط بنیاد اس میں مہیّا کی گئی ہے۔ جس پر ہر عالمِ دین اپنی جہدِ مسلسل اور سعیٔ پیہم اور جولانیٔ فکر سے ایک عظیم الشان محل تعمیر کر سکتا ہے۔

- اے خدا اے چشمۂ نورِ ہدیٰ
  از کرم ہا چشم ایں امت کشا
- "اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوا اور تدبیر پر بھروسہ کرنا حماقت ہے۔" (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۲۵۶)
- "وہ خدا جس کے ملنے سے انسان کو نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔"
- قرآن شریف ایک دینی سمندر ہے جس کی تہہ میں بڑے بڑے نایاب اور بے بہا گوہر موجود ہیں۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۵۵)

سائنس

ہوا کی طاقت

(WIND POWER)

(از پروفیسر منور احمد صاحب ملک - بہاولپور)

ہوا اور پانی شروع ہی سے انسان کی بنیادی ضرورتوں میں شامل رہے ہیں۔ مگر انسان نے اس کے قدرتی استعمال کے ساتھ ساتھ ان کو اپنی دیگر ضروریات پوری کرنے کے لیئے مصنوعی طریقوں سے بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ اس مصنوعی طریقۂ استعمال کے رجحان نے سائنسی تحقیقات کو آگے بڑھایا اور یوں نئی سے نئی ایجادات کے دروازے کھلتے گئے۔

زمانۂ قبل مسیح میں انسان نے ہوا کے قدرتی استعمال کے علاوہ اس کو نقل وحمل میں بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ اس ہوا سے فائدہ اُٹھانے کے لیئے اس نے بادبانی کشتی ایجاد کی۔ ایک ایسی کشتی جس کے اُوپر لمبے بانسوں کے ساتھ کپڑے کے پردے لگا کر ہوا کے راستے میں مزاحمت پیدا کی جاتی تھی۔ ہوا اس پردے پر زور لگا کر اپنے رُخ کے مطابق اُسے آگے دھکیلتی اور یوں کشتی ہوا کے زور پر، ہوا کے رُخ پر سمندر میں آگے بڑھنا شروع ہو جاتی۔ انسان نے دُور دراز علاقوں کا سفر اس کشتی کے ذریعہ ممکن بنا لیا۔ بڑے بڑے سیاحوں نے اس کے ذریعہ دنیا کی سیر کی اور یوں سمندر کے راستے دُور دراز علاقوں تک سفر ممکن ہو گیا۔ مشہور سیاح کولمبس نے بھی اسی سفری سہولت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایک نامعلوم علاقے کی طرف سفر کر کے امریکہ دریافت کیا۔

بادبانی کشتی نے بنی نوع انسان کو بڑا فائدہ پہنچایا جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ (البقرۃ)

ترجمہ:- اور ان کشتیوں میں جو انسانوں کو نفع دینے والی چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں۔

جوں جوں انسانی ذہن ارتقاء کی منازل طے کرتا گیا نئی سے نئی چیز تلاش کرنے کی جستجو بھی بڑھتی گئی اور پھر ایک وقت آیا کہ انسان نے ہوا سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے "ہوائی چکی" تیار کر لی۔ یہ ہوائی چکی ۶۴۴ء میں ایران میں تیار کی گئی۔ اس سے دانے پیسنے کا کام لیا جاتا تھا۔

اس چکی کو بنانے کے لئے ایک اونچا مکان بنایا جاتا جس کا ڈیزائن اس طرح ہوتا کہ ہوا ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتی۔ راستے میں ایک پنکھا لگا ہوتا جس کے دو پر ہوا کے سامنے ہوتے۔ ہوا ان پر زور لگا کر آگے دھکیلتی تو دوسرے پر سامنے آجاتے اور پھر وہ بھی ہوا کے زور سے ایک دائرے میں گھومنے لگتے۔ اس طرح ہوا سے ایک پنکھا گھمایا جاتا جس کے ساتھ چکی لگا دی جاتی اور یوں چکی ہوا کی مدد سے چلنے لگتی۔ اس کا استعمال صدیوں تک جاری رہا مگر اس کے بعد ایک عرصے تک اس میدان میں کوئی خاطر خواہ ترقی نہ ہو سکی۔

جب پرنٹنگ پریس ایجاد ہوا اور اس میں کاغذ بہت زیادہ استعمال ہونے کی وجہ سے کاغذ کی ضرورت بہت بڑھ گئی تو سائنسدانوں نے ایک بار پھر ہوا سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ۱۶۰۰ء میں ہالینڈ میں ہوا سے کاغذ کی مل چلائی گئی اور اس طرح کاغذ کی ضرورت کو پورا کر لیا گیا۔

سولھویں صدی کے آخر میں ہالینڈ میں آرہ مشینیں ہوا سے چلائی گئیں اور یوں درآمد شدہ لکڑی کو بہتر طور پر استعمال کیا جانے لگا۔

۱۸۹۰ء میں پہلی بار ڈنمارک میں جدید قسم کی "ونڈمل" (ہوائی چکی) بنائی گئی جس سے بجلی حاصل کی جاتی تھی۔ انیسویں صدی کے آخر میں ڈنمارک میں تین ہزار صنعتیں اور تیس ہزار گھریلو قسم کی ونڈ ملز کام کر رہی تھیں جن کی کل طاقت ۲۰۰ میگاواٹ تھی۔

امریکہ میں ۱۸۵۰ء سے ساٹھ لاکھ سے زائد "ونڈ ملز" زیر استعمال تھیں جو کہ بجلی پیدا کرنے اور پانی نکالنے کے کام آتی تھیں۔ ایک اندازے کے مطابق اب بھی ایک سو پچاس ہزار (ڈیڑھ لاکھ) "ونڈ ملز" کام کر رہی ہیں۔ یہ "ونڈ ملز" ۱۸۶۰ء کے قریب سالانہ ایک بلین کلوواٹ آور (KWH) بجلی پیدا کر رہی تھیں۔

۱۸۸۹ء میں امریکہ کی ۷۷ فیکٹریاں ونڈ ملز بنا رہی تھیں۔ تیل اور گیس کی دریافت نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا جس کی وجہ سے سائنس کی توجہ تیل اور گیس کے استعمال کی طرف ہو گئی۔ اور یوں "ونڈ پاور" پر ریسرچ ورک" معطل ہو گیا۔

۱۹۴۰ء میں ایک بہت بڑی ونڈ مل بنائی گئی۔ اس کی طاقت 1.25 میگاواٹ تھی۔ اس کے پروں کا قطر ۵۳ میٹر (۱۷۲ فٹ) تھا۔ یہ ونڈ مل ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء تک کام کرتی رہی مگر جنگ عظیم دوم میں اس کا ایک پر ٹوٹ گیا اور دوبارہ مرمت نہ ہونے کی وجہ سے بیکار ہو گئی۔

۱۹۵۵ء کے قریب تیس ہزار "ونڈ پاور پلانٹ" روس میں کام کر رہے تھے۔ ۱۹۶۰ء کے قریب ڈنمارک میں ایک ونڈ ٹربائن کام کر رہی تھی جس کی طاقت ۲۰۰ کلوواٹ (۲۶۸ ہارس پاور) تھی۔ اس کے پروں کا قطر ۲۷ میٹر تھا۔ اور یہ سالانہ ۴ لاکھ کلوواٹ بجلی مہیا کرتی تھی۔

امریکہ میں "ونڈ ملز" انڈسٹری پر بڑی توجہ دی گئی۔ ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۵-۷۶ء میں ونڈ مشینوں کی پیداوار ۲۵۰۰ سالانہ تھی۔ ایک اور

رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۶ء میں ۲۵ ہزار (۲۰ کلوواٹ سے زیادہ طاقت کے) ونڈ واٹر پمپ یونٹ فروخت ہوئے۔

تیل، گیس، بجلی اور کوئلہ جیسی توانائیاں بآسانی دستیاب ہونے کی وجہ سے انسان نے ہوا اور شمسی توانائی جیسی نعمتوں کو پس پشت ڈال دیا۔ مگر زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ توانائی کی بڑھتی ہوئی ضروریات نے انسان کو ایک بار پھر متبادل ذرائع کے طور پر ہوا اور شمسی توانائی کی طرف رُخ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ اب ترقی یافتہ ممالک اس شعبے میں بہت زیادہ تحقیق میں مصروف ہو گئے ہیں۔ اسے اب عام گھریلو صنعت کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ ہوا کی مدد سے چلنے والے جنریٹر اب بازاروں میں کپڑے دھونے والی مشینوں کی طرح بک رہے ہیں۔ امریکی ریاست کیلی فورنیا کے پہاڑی دروں میں ۸۰ فیصد ہوا کی توانائی کے فارم بنائے گئے ہیں جن میں ۸ ہزار ٹربائن "لوکل گرڈ" کو ایک سو اٹھاسی ملین کلوواٹ آور فراہم کر رہے ہیں۔ جس سے ۳ لاکھ ۱۰ ہزار بیرل تیل کی بچت ہو رہی ہے اور فضا کی آلودگی بھی کم ہو رہی ہے۔ ماہرین کے مطابق ایک سال کے اندر اس کی پیداوار تین گنا ہو جائے گی اور ۱۹۹۰ء تک اس کی لاگت دوسری توانائی کے مقابلے میں آدھی ہو جائے گی۔

حکومت چین نے دُور دراز علاقے جن کو قومی گرڈ سے بجلی نہیں دی جاسکتی وہاں ایک سو ٹربائن لگائے ہیں۔

کینیڈا میں حکومت ۲۵۰ گھروں کے لیے ۳۵ ملین ڈالر کے منصوبے پر کام کر رہی ہے۔ یونان میں ۲۰ کلوواٹ کا جنریٹر تین لاکھ ڈالر کی بچت کر رہا ہے۔

پچاس لاکھ کی آبادی کے ملک ڈنمارک میں ۱۹۷۶ء تک ایک ہزار چار سو ہوا سے چلنے والے ٹربائن نصب ہو چکے تھے جو ۱۰۰ ملین کلوواٹ مہیا کر رہے تھے۔ جو ساری دنیا میں اوسط کے حساب سے سب سے زیادہ ہے۔ اور اب اُسے وہاں پر ایک بڑی صنعت کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔

ترقی پذیر ممالک مثلاً تھائی لینڈ، انڈیا اور افریقہ کے کچھ ممالک میں اِس پروجیکٹ پر کافی کام ہو رہا ہے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق ہوا سے حاصل ہونے والی توانائی کچھ عرصے تک کل توانائی کا بارہ فیصد ہو جائے گی۔ پاکستان میں بھی بلوچستان اور سندھ کے ساحلی علاقوں میں ابتدائی تجربات ہو رہے ہیں۔

○

کسی کا دل دُکھانے وقت دل ہی دل میں ڈر جانا

اگر کوئی دُکھائے دل تو ہنس کر ضبط کر جانا

یہی وہ زندگی ہے جس پہ مرتے ہیں خدا والے

اِسی کو موت سے پہلے حسن کہتے ہیں مر جانا

(حسن رہتاسی)

کب اور کیسے؟

گائیوں کو دودھ کے لئے کب استعمال کیا جانے لگا

موجودہ ریکارڈ سے بہت قبل انسان کے دودھ اور دودھ کی مصنوعات کو استعمال کئے جانے کے شواہد ملتے ہیں۔ بیبلیون (BABYLON) کے نزدیک ملنے والے ایک معبد میں گائے کا دودھ دوہے جانے کا منظر دیوار پر موجود ہے۔ اس معبد کی عمر ....۵ سال خیال کی جاتی ہے۔

جیسا کہ آجکل گائیوں کو داہنی طرف سے دوہا جاتا ہے اس کے برعکس وہ آدمی پچھلی طرف سے دودھ رہا ہے۔ دودھ دوہنے والا ایک سٹول پر بیٹھا ہے۔ اور دوسرے لوگ دودھ کو زمین پر پڑے ایک برتن میں چھان رہے ہیں اور ایک تیسرا گروہ اس صاف دودھ کو پتھر کے بڑے بڑے مرتبانوں میں اکٹھا کر رہا ہے۔ چنانچہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گائیوں سے دودھ حاصل کرنے کا دھندا ...۵ سال پہلے کافی منظم تھا۔

آجکل بنی نوع انسان کے لیئے دودھ پیدا کرنے والے اہم جانور بکری اور گائے ہیں۔ لیکن دنیا کے بہت سے علاقوں میں مقامی طور پر پائے جانے والے جانوروں کا دودھ استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایشیا میں اونٹ، گھوڑا اور بھینس کو دودھ کے لیئے پالا جاتا ہے۔ اسکیمو رینڈیر (REINDEIR) کو اس مقصد کے لیئے استعمال کرتے ہیں بھینسیں خاص طور پر انڈیا اور وسطی ایشیا میں دودھ دینے والے جانوروں میں اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اسی طرح بھیڑوں سے یورپ اور ایشیا میں دودھ حاصل کیا جاتا ہے۔

دودھ میں سینکڑوں کیمیائی مرکبات ہوتے ہیں۔ لیکن کیلشیم، فاسفورس، لپیڈز (LIPIDS) اور پروٹین ان میں سے سب سے اہم ہیں۔ کیونکہ دودھ بہت جلد ہضم ہو جاتا ہے اس لیئے اس میں شامل غذائی مادے فاسفورس کیلشیم وغیرہ بہت جلد استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ ملک شوگر (LACTOSE) اور دودھ کی سب سے اہم پروٹین کینرین (CANREIN) صرف دودھ سے حاصل کی جاتی ہے۔

ٹریفک سگنلز کس کی ایجاد ہیں؟

کیا آپ کو معلوم ہے کہ آٹو موبائیل کے دور سے پہلے ہی ٹریفک ایک مسئلہ تھی؟ شواہد کے مطابق جولیس سیزر سب سے پہلا حکومتی عہدیدار تھا

جس نے ٹریفک کے لیئے قواعد و ضوابط بنائے جانے کا حکم دیا۔ اس نے ایک قانون وضع کیا جس کے مطابق کسی عورت کو روم میں تانگہ (CARIOT) چلانے کی اجازت نہ تھی۔

آٹو موبائیل آجانے کے بعد پہلے ٹریفک کنٹرول کرنے والے پیدل پولیس کے سپاہی ہوتے جو اشاروں کے ذریعے ٹریفک کنٹرول کرتے تھے۔ تب انہیں ہاتھوں سے چلنے والی ٹریفک بتیاں مہیا کی گئیں۔ ۱۹۲۰ء کی دہائی کے شروع میں آٹومیٹک (خودکار) ٹریفک لائٹس استعمال کی جانے لگیں۔

لیکن ان بتیوں سے ایک مسئلہ پھر بھی حل نہ ہو سکا کیونکہ ہٹرک کے ایک حصہ میں سے گزرنے والے ٹریفک کی مقدار مختلف اوقات میں مختلف ہوتی۔ ۱۹۲۷ء میں دو آدمیوں نے "TRAFFIC ACTUATED" کنٹرولر رجسٹر کروائے۔ یہ ایسی ٹریفک لائٹس تھیں جو کہ مختلف اوقات میں مختلف مقدار کی ٹریفک کے حساب سے خود بخود ADJUST ہو جاتیں۔ ان میں سے ایک لائیٹ جو کہ HARRY کے YALE UNIVERSITY HAUGH نے ایجاد کی اپریل ۱۹۲۸ء میں CONNECTIENTT کے شہر نیو ہیونز (NEW HAVENS) میں لگائی گئیں۔ یہ آلہ فٹ پاتھ میں لگایا گیا۔ دباؤ نما آلہ (PRESSUER DETETOR) کے ذریعہ کام کرتا تھا۔ اس پر سے گزرنے والی کار کا پیغام "CALL BOX" کو منتقل ہو جاتا۔ جس کے نتیجہ میں آنے والی گاڑی کے لیئے سبز بتی جل اٹھتی۔ قدرے ردّ و بدل کے ساتھ اس قسم کی لائٹس آجکل عام استعمال ہو رہی ہیں۔

CHARLES ADLER نے ۱۹۲۸ء میں ایسی ٹریفک لائیٹ تیار کی جس میں "COLL BOX" تک پیغام پہنچانے کے لیئے ایک مائیکروفون استعمال ہوتا تھا۔ جب سرخ بتی سامنے پاکر کار والا ہارن بجاتا تو نتیجۃً بتی بدل جاتی۔ آجکل کئی اور قسموں کے ٹریفک کنٹرولر ہیں جن میں اشارہ بدلنے کے لیئے آواز استعمال ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"پس اے احمدی نوجوانو! اُٹھو کہ تم سے آج دنیا کی تقدیر وابستہ ہے۔ تم نے حیات بخش نغمے گانے ہیں۔ تم نے دنیا کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت عطا کر کے زندہ کرنا ہے۔ جاؤ اور پھیل جاؤ دنیا میں۔ جاؤ فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی کیونکہ خدا کی یہ تقدیر ہے جو بہر حال پوری ہوگی۔ دنیا میں کوئی نہیں جو اس تقدیر کو بدل سکے۔۔۔۔۔

۔۔۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے نظر آرہا ہے کہ احمدیت کی فتح کے دن قریب سے قریب تر آرہے ہیں اور میں اس کی چاپ سُن رہا ہوں۔ خدا کی قسم! اس لیئے آپ اپنے دل بدلیں، خدا کی تقدیر فیصلہ کر چکی ہے کہ آپ کو غالب کرے!"

(اختتامی خطاب سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ مورخہ ۱۳/ اکتوبر ۱۹۸۳ء)

(الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۸۳ء)

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا

کوٹلی آزاد کشمیر

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کوٹلی کا سالانہ اجتماع ۲۳-۲۴ر فروری ۱۹۸۹ء کو احمدیہ بیت الذکر کوٹلی میں منعقد ہوا۔ مکرم امیر صاحب ضلع نے افتتاح کیا جس کے بعد علمی مقابلہ جات ہوئے۔ مربی سلسلہ محمد آصف صاحب طاہر نے سیرۃ النبی پر تقریر کی۔ جمعۃ المبارک کے دن نماز تہجد ادا کی گئی۔ تربیتی و تقریری مقابلہ جات کے علاوہ ذہنی آزمائش اور ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔

اختتامی اجلاس کی صدارت مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں نمائندہ صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے کی۔ آپ نے انعامات تقسیم کئے اور خطاب کے دوران لائحہ عمل کے مختلف پہلوؤں کی طرف متوجہ کیا۔ دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔

اجتماع میں آٹھ مجالس کے کل ۱۵۰ خدام و اطفال شامل ہوئے جبکہ ۲۰۰ زائرین نے بھی شرکت کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی

جلسہ سیرۃ النبی

مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء کو بیت احمد مارٹن روڈ میں عظیم الشان جلسہ سیرت النبی منعقد کیا گیا۔ صدارت مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی نے فرمائی جبکہ مرکز سے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد تشریف لائے ہوئے تھے۔

جلسہ کا آغاز بعد از نماز مغرب ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر مقررین نے تقاریر کیں۔ مکرم امیر صاحب نے صدارتی کلمات ادا فرماتے ہوئے حضور کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ رات ۹-۴۵ پر دعا کے ساتھ یہ جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ کے جملہ انتظامات مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی نے کیے۔ جلسہ کی کل حاضری ۱۵۰۰ رہی جس میں ۱۰۰۹ خدام اور اطفال تھے۔ ۳۰ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی۔ جملہ احباب اور بچوں میں شیرینی بھی تقسیم کی گئی۔

مجلس ۶۴۶ گ ب ضلع فیصل آباد

۸ر فروری کو مربی سلسلہ مکرم زاہد احمد ملہی صاحب کی زیر صدارت سیڈونی فضل عمر کے سلسلہ میں اجلاس ہوا تلاوت و نظم کے بعد مکرم مربی صاحب، نگران حلقہ اور قائد مجلس نے تقاریر کیں۔ کل حاضری ۵۲ رہی جس میں

۱۵ مستورات شامل تھیں۔

وقارِ عمل بھی کیا گیا جس میں ۹ عدد مٹی کی ٹرالیاں ڈلوائی گئیں اور قریباً ۱۰۰ فٹ پختہ نالی بنوائی گئی جس سے غیر از جماعت احباب کو بھی نکاسیٔ آب کی سہولت مہیا ہوئی۔ خدام و اطفال اور انصار نے بھرپور شرکت کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کوئٹہ

۱۷ فروری کو بعد نماز جمعہ جلسہ یوم والدین منعقد ہوا۔ مکرم قائد صاحب ضلع، مکرم ناظم صاحب اطفال ضلع اور مکرم سیکرٹری صاحب اصلاح و ارشاد جماعت احمدیہ کوئٹہ نے خطاب فرمایا۔ ۵۴ اطفال اور ۲۵ والدین نے شرکت کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ سمنگلی، کوئٹہ

۲ فروری کو جلسہ سیرت النبیؐ منعقد کیا گیا۔ جس میں ۶ غیر از جماعت احباب نے بھی شرکت کی۔ اور بفضلہ تعالیٰ اچھا تاثر قبول کیا۔ اسی طرح ۲۰ فروری کو بعد از نماز مغرب جلسہ یوم مصلح موعود منعقد کیا گیا۔ مجلس کے موجود خدام کی اکثریت نے شرکت کی۔

نوکوٹ ضلع تھرپارکر سندھ

۵ تا ۸ فروری "سر ظفر اللہ خان کرکٹ ٹورنامنٹ" ہوا۔ جس میں مجلس نوکوٹ تین میچ جیت کر سیمی فائنل تک پہنچی۔

۲۴ فروری کو سائیکل سفر کیا گیا جس میں ۱۳ خدام نے حصہ لیا۔ اور کل ۴۴ کلومیٹر سفر کیا۔ نہایت جوش و جذبے اور نظم و ضبط کے ساتھ یہ سفر کیا گیا۔

صد سالہ جشن تشکر کے سلسلہ میں ۲۳ مارچ کو اجتماعی پروگرام کیا گیا۔ ۶ خدام نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالی اور ۱۶ خدام نے درثمین کی نظمیں پڑھیں۔ پروگرام تین گھنٹے جاری رہا۔ اور حاضری سو فیصد رہی۔

مجلس خدام الاحمدیہ گیمبیا کا پانچواں سالانہ اجتماع

گیمبیا مغربی افریقہ کی مجالس خدام الاحمدیہ کا پانچواں سالانہ اجتماع مورخہ ۲۳-۲۴ دسمبر ۱۹۸۸ء بمقام سبا منعقد ہوا۔ یہ دو روزہ اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب اور ہر لحاظ سے برکتوں کا حامل ثابت ہوا۔ ملک بھر سے مختلف مجالس کے ۲۲۴ خدام و اطفال حاضر ہوئے۔ علاوہ ازیں ۱۵ انصار کے علاوہ ہمسایہ ملک سینیگال سے بھی چند خدام شریک ہوئے۔

تہجد، باجماعت نماز، قرآن و حدیث کے درس کے علاوہ جسمانی و ذہنی ورزش کے پروگرام اور علمی و معلوماتی مقابلے ہوئے۔ خدام نے ان پروگراموں میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیا۔ بالخصوص سوال و جواب کی نشست جو ۳ گھنٹے تک جاری رہی جس میں ۴۰ غیر از جماعت دوست بھی موجود تھے خاصی دلچسپ رہی۔ ایک تقریری مقابلہ میں شرکاء کو اپنی اپنی زبانوں میں حصہ لینے کی اجازت تھی۔ اس پروگرام میں مختلف زبانوں میں تقاریر ہوئیں۔ عربی، اردو، انگریزی، فرنچ،

سندھی، پنجابی اور افریقی مقامی زبانوں میں تقاریر کی وجہ سے یہ پروگرام، پروگرام تقریری مقابلہ سے بڑھ کر بین الاقوامی زبانوں کا پروگرام بن گیا۔ اس اجتماع میں امیر صاحب نیشنل قائد اور مرکزی مربیان کے علاوہ خدام نے تقاریر کیں۔

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ ضلع شیخوپورہ

ضلع شیخوپورہ کا دو روزہ سالانہ اجتماع ۲۳، ۲۴ فروری ۱۹۸۹ء کو منعقد ہوا۔

افتتاح مکرم امیر صاحب ضلع شیخوپورہ نے فرمایا۔ افتتاحی تقریب کے بعد علمی مقابلہ جات اور رسہ کشی کے ابتدائی مقابلے ہوئے۔ نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد علمی مقابلہ جات کروائے گئے۔ ۹ بجے رات مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی۔ رات گیارہ بجے معتمد مرکزیہ مکرم شمیم پرویز صاحب نے قائدین کی میٹنگ کی صدارت کی۔

۲۴ فروری کو صبح نماز تہجد اور نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید، درس حدیث، درس ملفوظات اور ذکر حبیب کے پروگرام ہوئے۔ بعدہٗ علمی اور ورزشی مقابلے ہوئے۔ ۱۲ بجے مکرم معتمد صاحب مرکزیہ کی صدارت میں اختتامی تقریب منعقد ہوئی جس میں انہوں نے انعامات تقسیم کئے۔ مقابلہ بین المجالس میں اوّل فاروق آباد۔ دوم شیخوپورہ شہر اور سوم مریدکے کی مجالس رہیں۔ دوران سال خون کا عطیہ دینے والے ۱۸ خدام اور صنعتی مرکزی نمائش میں شرکت کرنے والے تین خدام کو بھی انعامات دیئے گئے۔ جبکہ دو خصوصی انعامات [illegible] آباد اور چک ۲۲/۷۵ کی مجالس نے حاصل کئے۔ مکرم شمیم پرویز صاحب معتمد مرکزیہ نے اپنے خطاب میں خدام کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

دوران اجتماع رہائش خیمہ جات میں تھی۔ ۵ خود ساختہ خیمے لگائے گئے اور پچاس دیگر چھولداریاں تھیں جنہیں مختلف بلاکس میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

۵۰ مجالس کے ۵۰۰ خدام، ۱۰۲ انصار اور ۱۰۳ اطفال نے اجتماع میں شرکت کی۔

جلسہ پیشگوئی حضرت فضل عمر

واہ کینٹ:- ۲۰ فروری کو بیت الحمد میں جلسہ منعقد ہوا۔ مکرم مربی صاحب نے صدارت کی۔ مجلس خدام الاحمدیہ واہ کینٹ کے ۳۵ خدام نے شرکت کی۔

میرا بھڑکا ضلع میرپور آزاد کشمیر:- جلسہ یوم حضرت فضل عمر منعقد ہوا۔ تمام جماعت نے شرکت کی۔

ضلع کوئٹہ:- قیادت ضلع کوئٹہ کے زیر اہتمام ۲۰ فروری کو جلسہ منعقد ہوا۔ صدارت مکرم مربی صاحب نے کی۔ جلسہ میں دلچسپ اور ایمان افروز تقاریر کی گئیں۔ اجلاس ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا اور کل ۲۷ خدام، اطفال اور انصار نے شرکت کی۔

ڈھرکی ضلع سکھر:- ۲۰ فروری کو قائد مجلس کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد پیشگوئی کے بارہ میں تقاریر کی گئیں۔ تمام مقامی خواتین و

حضرات اور بچوں نے شرکت کی۔ اختتام پر تمام شرکاء کو ریفریشمنٹ دی گئی۔

نوکوٹ ضلع تھرپارکر سندھ :۔

جلسہ یوم فضل عمر منعقد کیا گیا جو تین گھنٹے تک جاری رہا۔ تقریباً چالیس انصار، خدام و اطفال نے شرکت کی۔

لانڈھی کورنگی کراچی :۔

۲۴ر فروری کو بعد نماز مغرب بڑے جوش وجذبے اور تنظیم کے ساتھ جلسہ یوم فضل عمر منعقد کیا گیا۔ اس میں خصوصی طور پر یہ اہتمام کیا گیا کہ غیر از جماعت دوستوں کو بھی بکثرت شریک کرنے کی کوشش کی جائے۔ چونکہ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد بھی تشریف لائے ہوئے تھے اس لئے موقع کی مناسبت سے مجلس سوال وجواب کا پروگرام بھی رکھا گیا تھا جس میں احمدی دوستوں کے علاوہ غیر از جماعت احباب نے بھی سوالات کئے اور بھرپور دلچسپی سے جوابات سنے۔ سوال وجواب کا یہ سلسلہ دو گھنٹے سے زائد وقت تک جاری رہا۔ دعا کے بعد تمام غیر از جماعت دوستوں کو کھانا پیش کیا گیا۔ اس جلسہ میں ۱۶۴ احباب جماعت اور ۵۷ غیر از جماعت خواتین وحضرات نے شرکت کی ــــ یہ پروگرام بفضلہ تعالیٰ بہت کامیاب رہا اور غیر از جماعت دوست بہت متاثر ہوئے۔

اورنگی ٹاؤن کراچی :۔

۲۴ر فروری کو حلقہ اورنگی نمبر ۱ میں جلسہ یوم فضل عمر منعقد ہوا۔ جس میں ۵۱ خدام شامل ہوئے۔

شعبہ صحت جسمانی

لانڈھی کورنگی کراچی :۔

مجلس کے ۳ خدام نے "صد سالہ جشن تشکر کبڈی ٹورنامنٹ" میں قیادت ضلع کراچی کی نمائندگی کی۔

وحدت کالونی لاہور :۔

حلقہ جات کے آپس میں کل ۱۵ مقابلہ جات ہوئے جبکہ مجلس ماڈل ٹاؤن کے ساتھ بھی مختلف کھیلوں کے مقابلے ہوئے۔

محمود آباد جہلم :۔

۱۰ر فروری بروز جمعۃ المبارک خدام کے درمیان فٹ بال کا دوستانہ میچ ہوا۔

شعبہ تعلیم

لانڈھی کورنگی کراچی :۔

ناظم صاحب تعلیم نے ۲۵ عدد کتب "سبز اشتہار" خدام میں تقسیم کیں۔ دوران ماہ ۳۰ خدام نے ماہانہ مطالعہ کتب کے تحت کتب کا مطالعہ کیا۔

وحدت کالونی لاہور :۔

۳ر جنوری کو ایک خصوصی "کوئز" پروگرام کیا گیا۔ جس میں ۲۶ خدام نے حصہ لیا۔ ۲۱ تا ۲۷ر جنوری ہفتہ تعلیم منایا گیا۔ ۵ تعلیمی کلاسز لگائی گئیں اور دینی معلومات سمیت مختلف علمی مقابلہ جات کروائے گئے۔

شعبہ خدمتِ خلق

لانڈھی کورنگی کراچی :-

قیادت ضلع کی طرف سے لگائے گئے کیمپ میں ۱۳ خدام نے خون کے عطیات دیئے۔

وحدت کالونی لاہور :-

۹۱۱ روپے کا عطیہ فضل عمر ہسپتال کو دیا گیا۔

شعبہ صنعت و تجارت

واہ کینٹ :-

فروری میں الیکٹریشن کی کلاس شروع کی گئی جو ایک ہفتہ جاری رہی۔ دس خدام نے شرکت کی۔

لانڈھی کورنگی کراچی :-

اجلاس عام کے دوران ناظم صاحب صنعت و تجارت نے خدام کو سرف اور ویزلین بنانے کا طریقہ بتایا۔

وحدت کالونی لاہور :-

جنوری میں چار صنعتی کلاسز منعقد کی گئیں۔ ۳۰ احباب کو روزگار دلایا گیا۔ کمپیوٹر پر ۳ لیکچر دیئے گئے۔

شعبہ عمومی

میرا بھڑ کا ضلع میرپور آزاد کشمیر :-

دو غیر از جماعت افراد کا فری میڈیکل چیک اپ کروایا گیا۔

وحدت کالونی لاہور :-

نومبر ۱۹۸۸ء تا جنوری ۱۹۸۹ء مجلس کے خدام نے ۱۶ بوتل خون دیا۔

اورنگی ٹاؤن کراچی :-

یکم تا ۱۰ فروری عشرہ وصولی چندہ مجلس منایا گیا اور کل -/۳۰۰۰ روپے وصولی ہوئی۔ ۱۹ خدام نے ذاتی خرچ پر ۲۰۰۰ کلومیٹر سفر جماعتی خدمات کے سلسلہ میں کیا۔

امورِ طلبہ

مجلس لطیف آباد :-

فری کوچنگ کلاس شروع کی گئی۔

لانڈھی کورنگی کراچی :-

میٹرک اور کالج کے پانچ مستحق طلباء کو فری کوچنگ دی گئی۔ دو طلباء کو نوٹس فراہم کیے گئے۔

وحدت کالونی لاہور :-

فروری میں فری کوچنگ کلاسز جاری رہیں۔ ۲۷ خدام اور اطفال نے حصہ لیا۔

شعبہ اشاعت

لانڈھی کورنگی کراچی :-

۴۳ "خالد" اور ۳۳ "تشحیذ الاذہان" خریداران تک پہنچائے گئے اور ہر دو پرچوں کے بقایاجات وصول کر کے ضلع میں جمع کروائے گئے۔

Monthly KHALID Rabwah

Regd. No. L5830 MAY 1989